



رجسٹرڈ نمبر ۱۲۳۸  
 بکس نمبر ۱۸۱/۳۰  
 اردو

کاپی  
 مرتبہ شفیق الرحمن  
 (ملک)

# جلد ۲۱۔ بت مئی سنہ ۱۳۳۵

فہرست مضامین

- ۱۔ تقدیر سال کتب صفحہ ۱ تا ۱۱
- ۲۔ محاسن سخن از صفحہ ۱۵ تا ۲۱
- ۳۔ دیوان غلام ذوق - تقریر شاعر غلام غفر
- ۴۔ خیالات شفیق الرحمن - پوری دہاد کی مجلس شہری

پیشکش کنندہ

احمد المطالع واقع کاپیور چھاپا

پیشکش کنندہ  
 حسن موہانی نے تقریر کی کاپیور چھاپا

# تقیہ مسائل و کتب

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل مولانا مولوی محمد عنایت اللہ صاحب فرنگی محل پرنسپل مدر

مدرسہ تقاضیہ کھٹو۔ ضمیمہ ۲۰۶ صفحات قیمت عدد۔ فرنگی محل ہندوستان کا مشہور  
 و نامور ہے لیکن بنگالہ و ضلّائے فرنگی محل کے تفصیلی حالات کی گہری دستاویز ہے جس سے  
 جہن مسرت ہو کر محرم مولانا عنایت اللہ صاحب نے اس مفید کتاب کو نظم بند فرما کر ادب و  
 علم و اہل تصوف کی ایک بہت بڑی خدمت کو رقع فرمایا۔ کتاب مذکور میں تقریباً تین سو  
 علمائے فرنگی محل کا بصیرت افزا تذکرہ ہے جس میں حضرت علامہ امداد الدین۔ بحر العلوم  
 مولانا عبدالحق۔ مولانا احمد عبدالحق۔ مولانا انوار الحق۔ مولانا عبدالوہابی۔ مولانا عبدالرزاق۔

مولانا عبدالوہاب اور مولانا عبدالباری کے حالات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کمال تحسینی صاحب  
 اور کاغذ مدد ہے۔

دس حسرت لافاق یونانہ مجمع الاخلاق | مولانا مولوی محمد عنایت فرنگی محل ضمیمہ

۲ جز قیمت ۴۔ امام موقت حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محل کے حالات میں  
 نہایت دلچسپ۔ سب آموز اور قابل وید کتاب ہے۔ اس میں حضرت مولانا کی پیدائش سے  
 وقت وصال تک کے تمام خاص خاص واقعات صحیح ہیں۔ کاغذ عمدہ کھانی چھپائی صاف  
 دونوں کتابیں اشاعت العلوم برقی پریس فرنگی محل سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

۳ مدیکانہ محبت | اس نام سے مشہور مولانا بخش صاحب خدام اکبر روضہ ملت مکرچی نے

بعض غزلیات غالب کی تفسیر اور نحو و اپنی غزلیات و قطعات کا ایک دلچسپ مجموعہ شائع کیا ہے

کتاب کی طباعت و کتابت کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے اور اس میں مولف کا فوٹو بھی شامل ہے

شائین و فراخ جہاز ملت مکرچی کے پتہ سے کتاب طلب کی جاسکتی ہے۔ قیمت دس روپے کتابت میں

۴ دم، کلیات برزخین یعنی حمد شاعران کے مشہور فارسی شاعر کے رباعی و شہرے چندر بھان بھن

کامیاب تر ہے حضرت پید سنائی قابل دید و خرید ہے کلیات کے چار حصے ہیں پہلا مقدمہ

دوسرا زندگی کے رباعیاں۔ تیسرا برزخین کی شاعری چوتھا تصنیفات برزخین۔ پہلا اور تیسرا حصہ  
 ایک ہی جگہ پاپہ اور دوسرے زیادہ درخشاں آگے ہیں اسے درخواست خریداری فرمائیے۔

کتابت میں

جرات سے کہ بیٹھتے ہیں۔ یہ کیا شے کہن۔ گئی نہیں ہے مگر کہیں لگا کے بنی  
 جب تک نہ بھیرا ہوں پڑتا نہیں قرار آتا نہیں ہے چین میں تھلائے بن  
 بے تاد و نالہ بندے سختی نہیں ہے بات حیران بیٹھے رہتے ہیں آنسو بہتے بن  
 ولہ سے زہری کو کتاب دلو نہ خواہ چشم پر آب میں ہے۔ غم جھڑائی سے جان پر ہی عیب لگے دیکھو  
 کل سے ہمارے ہمدردانہ دل بے یار پہلو میں۔ دل نالان ہوا ہے خانہ میں بار پہلو میں  
 عشق سے دیبا میں یاد کے بہت مہر کے دل بداندہ جگہ رات جو محل میں رہ گیا  
 شہید کی سے ناکامی جاوید کی ہم مانتے منت انوس شہیدی زری توت نہیں ملتی  
 مومن سے وہ جو رہتی ہیں نصیب عطا ہی بد درگاہ ملتی۔ یہ حق ہے کیسا کہ ہم گئی چاہی گئی  
 ہ کمانی جھوڑ گئی مری اسے کیوں کو زندگی کوئی کیا بیجے ہو یہاں کیا شب روز معرقت  
 غم پر بار کے ہاتھ سے شب روز ہن میں خدیا ہے ہمیشہ ایک نئی شہ ہے مہم یک نیا ملتی  
 ولہ سے چین آتا ہی نہیں سوتے ہیں جس پہلو میں اضطراب دل غرض جینے نہ ملے تو ہمیں  
 نسیم دلہن سے خوش قسمت قفس میں ہم نفس پر سکون نہ ملے۔ نظر بھی اتنا جا سکتی ہیں بدویر خوشی  
 غالب سے کس سے مجرئی قسمت کی شکایت کیجئے۔ ہننے چاہا تھا کہ رہائیں وہ بھی نہوا  
 وہ آئے ہم بیکسی عشق پر رونا غالب کے کئے گھر جانیگا سلاط بلا میرے ہمد  
 وہ آدہ چاہیے اک عراثر ہونے تک کون جیتا ہے تو بے زلف کے سہونگ  
 تسلیم لکھنوی یا دہرنگ عدم دل سے لگی ہے ہر دم بچے تو گور کی منزل سے لگی ہے  
 گرفتار قدم ہون تو ہے مٹنے کی منت ہون خاک توڑنے کی مومے دل سے لگی ہے  
 مٹ جاتے کہیں زندگی درگ کا جھگڑا لے تیغ جفا اتنا بھی دل سے لگی ہے  
 کیا کہتے ہو کیا بھول گیا میں دم رخصت اک یاد مختاری سو مریے دل سے لگی ہے  
 سو یا ہون شب محل میں یار کے گدی میں جیتنے لگی ہے مری مشکل سے لگی ہے  
 ولہ سے چارہ سازم دل وقت نہور نہ لگا ہی بھر آباد کہ سوزن ہو رہنے لگا  
 عطا مصیبت آتشا بے عرض مطلب حشر میں جاتے ہی فریاد کر کے بدویر نہور نہ لگا  
 ولہ سے چھوڑ دیا کو سو ملک عدم چل نسیم راستہ دیکھتی ہے گور بیان بہتر ا



۱۔ بارہوی آگنی بند پھر کر دے گا۔ انجن میں نئی دھبہ ڈکڑا کر دے گا۔  
 خوب رویا بھیکو دانا زندگی کی جان کو جب مری نفوں سے پہنچن قاتل چلا گیا  
 جلال سے پہلے کوڑ میں شب کو تپنا کام پتے تھے۔ دودل کب۔ اگر دودل کے جھوکے مہینے تو  
 منظر سے تم کی غور دے تیرہ جنازہ بچے شگ انہیں کوئی حوصلہ نہ رہا  
 اثر مار ہوی سے آگ سے جاتے غزن با بے ہدایتی نفس میں شکی طبیعت ہل گئی۔  
 قمر بایوئی سے اب کیا پتے کے آیتے مسوگان خاک۔ بچھڑے ہونے سے لے طبیعت ہل گئی  
 حسن پر ہوی سے وجود حسی تھی ہر طرف بکڑھا منظر۔ کج سے ہر وقت دہیں کہنے کہتے  
 اکبر الہا دینی سے دن رات کی بچھڑی ہے آتش پر کاہنہ۔ شمس سے دست میں جو کچھ  
 دے دے زخمی نہ تھا تھلا دیا ہے میں کھٹک غرض تھی۔ پے بھی ہوئے تھے کہ ہر وقت کھٹک تھی  
 چکیت گھوڑی سے گناہا ہے کھٹک میں اس کے تھے۔ غرض تھے میں ہاں میں ہاں کہتے  
 ایسا سے لے جال کے سارے اہل کے پہاں۔ سو گیا تو سننے سے زندگی کی داستان  
 چکیت کا پہلا شریف آباد اور دوسرا ریشہ تھج زمین چکیت سے لگا ہے۔

دس غوہوی سے نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی۔ بہت دیر کا مہربان لے گئے  
 (۱۴) مصرعوں کا عالم اور انشا کا کائنات پھر

متعدد میں مصرعوں کے قائل ہیں انشا کا کائنات پھر سے ہی ایک قسم کا مہربان پیدا ہو جاتا ہے  
 جس کی مثالیں قصائد میں اکثر اور غزلوں میں کثرت ملی ہیں۔ مثال کے لئے شاعرین میں مخواہ آغا  
 اور ان کے متبعین کا کام یہ مقرر ہے کہ وہ ان کے قائلین کا مقرر طلب ہیں۔

دس غوہ سے شکایت دست کرتے ہیں تیری کر نہیں سکتے۔ کہیں اب بھی ہو سکتا ہے۔ اب بونہی کتا  
 منظر سے کچھ سنا سن حال کچھ نہ سنا۔ کچھ کیا اعتبار۔ کچھ نکس  
 دے میں پھر بون کا پس سر کوئی کیوں دے۔ تم پھر کہو کہ کوئی کر چکا کیا  
 دے دے کہ پھر بونہا التجا سے کچھ نہ دے۔ چون کے عشق میں یاد خدا سے کچھ نہ  
 پھر تو تھی گراہنے اثر کا نہ سکی۔ تھی تو تھی گراہ دے ساسے کہ پھر نہ  
 خدا نے کچھ کر دیا ان پختہ کچھ نکس۔ دے دے کہ پھر تو ہو ابھی سے کچھ نہ

وہ ایک ہم کو چاہا کیا وصل کتنا      وہ ایک تم کو بخاری دعا سے کچھ نہ دیا  
 فتح کر دی ہے فیاض سے ہر شرم و خور ہو۔ ایسا ضرور کیجئے ایسا ضرور رہو  
 بخود ہا اپنی ہے پلے تر کو زویدہ نظر کو کوئی دیکھے۔ پھر دیکھنے والے کے جگر کو کوئی دیکھے  
 دہوشی سے کھپ نہر کو کوئی سمجھے      خاموشی سے لب نظر کو کوئی دیکھے  
 حسن بر بلوی سے دیکھنا یہ کہ بچے بہتین کیسا چاہا۔ پوچھنا یہ ہے کہ تھے ہمیں کیسا دیکھا  
 دلیر و ہر دی سے تم رنگ آفتاب ہر تر شک سے ہو۔ لکھو غور تو کس کو غور ہو  
 ہجر شاہچھا پوری سے دست کے بعد آئی ہے۔ سنکھنچ بند ہو گیا ہے کینے کی طرح ہو زمین  
 دے محنت و دشمن تم بھی کہنے جو بے جملے ہو۔ یہ پوچھو تو زندہ زمین یہ سمجھو تو زراہ زمین  
 ستر گم کو کہتا ہے نہ فرق ہے تہا      کسی نے کد یا منہ پر کسی نے گریہ لایا  
 دے دہریہ ہے کہ میں کہتا ہوں میری کار زو سن لو۔ اُدھر یہ ہر کردہ کہتے ہیں میں چیکے سنوینا  
 جوان میں بیطر جلودہ آرائی قیامت سے      کبھی ملین اٹھادینا کبھی ملین گرا دینا  
 ریشاٹا وحشت سے کس تو گل خندان نے کیا خون و فاکا۔ کس سوختہ سلمان کے تھوہیں گلاگ  
 ناظم ہا پھر بھی سے نہیں ہے شک ہے بے نوریدہ ہجران۔ ہیں ہر داغ یہ ہے شمع و عدل و فراق  
 غبار وشت ہے افزائش جمال جنون      متاع دہ سے آمانشی و کان فرق  
 غالب سے عشرت پادہ دل زخم تنہا کھانا      لذت زخم مگر غرق مسکدان ہونا  
 لاکھن لگاؤ ایک جہاں نگاہ کا      لاکھن بناؤ ایک یگانا عتاب میں  
 دے یہ یا میرے زخم آشک کو رسوا کیجئے      یا پردہ تبسم نہیان اُٹھائیے  
 دہا اپنی دیکھی جملہ انشا ئیہ بمقتا بل جملہ خبر یہ  
 اس باب میں مولوی سید علیہد صاحب طباطبائی نے اپنی شرح دیوان غالب میں بہت  
 خوب لکھا ہے کہ وہ بہت زیادہ تر انشا میں لطف ہے یعنی انشا وقت فی القلب ہے  
 انسی سے جہاں شاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بناتا ہے مثلاً  
 غالب سے مرگیا چھوٹے سے غالب و مٹی بزرگ      یہ بچھٹا آئے وہ اسکاتری دیو کیس  
 جان مصنف نے خبر کو ہلو کو ترک کے شعر کو نہایت طبع کر دیا۔ یعنی دوسرا مصرع اگر

یون ہوتا۔ رخ۔ ٹھیکار آتا تھا جو اگر زری دیوار کے پاس۔ یا اس طرح ہوتا۔ رخ۔ بھی ٹھیکار تھا  
جو اگر زری دیوار کے پاس۔ تو یہ دونوں صورتیں خبر کی تھیں۔ اور ہے ہے ٹھیکار آتا کدہ اسکا  
زری دیوار کے پاس۔ جہاں آتا تھا یہ حسن کلام کی اس صنف کے نمونے ساتھ ہر پردہ کا شمار  
میں داخل طلب ہیں۔

سوچا ہے تیرے سوا کے تین تہ کیا کہتے ہیں۔ یہ اگر سچ ہے تو ظالم سے کیا کہتے ہیں  
جنہی حسرت سے محبت ہے میر میں۔ میان ہے شہید۔ دیکھ لے ابرو تل سے کہاں ہے شہید  
ولہ سے تم کہتے ہو کد و حسرت سے آواز بادیاں کیا کرے  
آپ کا میں کیا بگڑا ہے درد دل کی کوئی دوا کرے

میر حسن نے انہوں کو عجیب و غریب لڑنے کی طرف۔ تو ہی تو میر سے حال پہ آئندہ ہوا ایسا  
موتوں سے بچھ بچھ پائے غم پر دم درد غم تو خدا کو بھول گئے اضطراب میں  
غالب سے آہ کو چاہیے اک عمر اتر رہے تھک۔ کلام جیتا ہے ترے زلف کے سر پہ تھک  
ولہ سے کہیں نظر نہ لگے انکے دست باز کو یہ لوگ کیوں میر سے زخم جگر کو دیکھتے ہیں  
یہ سے اس سادگی پر کون نہ مر جائے خدا لڑتے ہیں اور باغ میں تلوار بھی نہیں  
تسلیم کنوئی سے کیا ہوا وعدہ تو خیر ہے اگر لے وا غنا۔ اب دھوکا بھی نہیں دینا ایسا ہمارے کو  
یہ سے دل دیوانہ امید رہا کی کس لئے۔ پیچ و خم کا ہیکو زلف پر شکن کے جائیگے  
زلی دیوئی سے اس سادگی میں جہاں لطف ہے گفتم کہاں۔ میر انکار کہاں آپکا ابراہم کہاں  
ولہ سے دلو یہ شوق کرو عدسے کی دیا یاد ہے۔ وہ سے حسن سے غمور نہیں کیا یاد ہے  
آواز سے بہاؤ دل سے تیرا یلو تو ہے چھا صدقے کے لئے کیا بہتیں درکار ہنو کا  
شہید سے چھوڑتے کہیں پونچھ جانے دوران باتوں کو بس۔ تم بھلا جاتے رہو گے شہید کی یاد سے  
حالی سے تو نہیں قبول دعا ترک عشق کی دل چاہتا ہنو تو زبان میں اتر کہاں  
مست نہاں سے بندہ عشق میں نہاں رہا میں دھوا رہا میں۔ آپ فرماتے جس چیز کو وہ ہم نکر میں  
چکست کہنوی سے ہزار زبان دیتے ہیں ہونک یو فانی پر۔ اگر انیس سے کوئی باوفا ہوتا تو کیا ہوتا

## ۱۶) نقد و الفاظ و فقرات ہوزن

الفاظ و فقرات ہوزن کا نقد بھی عموماً اردو ادب حسن سخن کا باعث ہو جایا کرتا ہے مثلاً۔  
میر سوز نہ ترحم نہ تکلم نہ تبسم نہ نگاہ  
سو تن سے تو فلک امرگ ہے سب غافل اب کسی کا بھی حوصلہ مرا

میر سے تاب و طاقت مہر و رحمت جان و ایمان عقل و ہوش۔ ہائے کیا کیے کو گئے ساتھ کیا کیا  
غائب سے بولے گل نالہ دل و دو چرخِ بلیغ و محفل۔ جو تری ہر دم سے نکلا سو پریشان نکلا  
میر سے نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اکی ہیں۔ تیری زلفیں جس کے بازو پر ہیں  
نیم لہری سے تو بیش از لہر و روح خدا مشوق ہم آغوش۔ اب ہاتھ نہ اسان ٹھانگے دعا کا  
ولہ سے جھکنا سفر اٹھنے آغوش ساغر کوختِ رزحی۔ اٹھو مستو ہوا ہے آفتابِ افلاک پیدا  
میر سے نہیں رسوا کر گیا مجھ کو نامِ غیر کو دشمن غضب کیا کیا نہ لایا گیا مجھ کو جوش آمد و میرا

میر سے دیکھا و قاتل لہر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم چاہہ گرے صد لالہ لالہ ہودے دل دل سے ہم  
قبیلہ گھنڈی سے خشک گل افسردہ سبزہ شمع چپ بالیں آداس۔ جی بھرا جا عالم گور غریبان و دیگر  
انجم غلامی سے درد و کہتا ہے کہ حسرت کا بھی پہلو نہ ہے دل میں محبوب ہے میں سز وین تو تیرے  
اسمعیل میر تقی سے دل و جان بیکار بھی جو فضل پہنچے۔ جس سے طے یہاں سے طے جہد سے  
مست ہمارا سے دیکھ کر حالِ نئی بات نئی گھلتی نئی۔ چم لیتی ہے قدم گردشِ دوران تیرا  
و آغ سے دل سے بھی بکے ناز سے، شوق سے، ہنسی سے۔ اب انکی بلا آگہ ملائی ہے کسی سے  
جگر مراد آبادی سے فریاد کسی، کسی شکایت، کہاں کا حشر دنیا و حشر کوٹ پڑی دہ جہر ہوا  
میر سے ہر دم پر ہر دوش پر ہر اوپر ہر جگہ دیکھنا پڑتا ہے انداز نگاہ یا ر کو

## ۱۷) سہل مشق

سہل مشق سادگی و حسن بیان کی اس صنف کا نام ہے جو دیکھ کر ہر شخص لپٹا ہر پہنچے کہ یہ آ  
میر سے مل میں بھی تھی اور ایسا کہنا ہر شاعر کیلئے آسان ہے مگر جب یہ کوشش کر کے دیا  
کہنا چاہے تو نہ کہہ سکے۔ مثلاً

تیرے ابھرتے ہیں تیرے سے تیر  
پھر ملینگے اگر خدا لایا

سے آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم  
 یہ جنت بن جائے نگہوں میں  
 کچھ نہ بچے کہ چپے یاروں نے  
 دے چکے پلو سے بار اٹھنا ہے  
 میرے کہے کی کار دل بھی تو مجبور ہے  
 کہیں جو تلی ہو اچھو یہ دل  
 ولہے نہیں دوسرا جس گناہ کے  
 میرے تیز حال پر مست جا  
 اس کہ درت کو ہم سمجھتے ہیں  
 دم آفری کیا نہ آنا تھا  
 میرے منہ سے دیکھو داغوں نے گلشن کیا ہے  
 ناکھ سے بے لطف نہ زندگی بسر کر  
 کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی  
 تعمیر ہو گھر کی جانا اسے دل  
 دل سے ابی جو یہاں سے جا چکے ہم  
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا  
 رات سے شب جبران نہیں ملے ہے یہ  
 غصے سے شاید رہو تو اسے شہت بسر  
 دل سے دیکھو اس کو اک آہ بھنے کر لی  
 جب اس نے جلائی تیغ ہم پر  
 غوث سے جو کوئی پیش آیا  
 قسین سے غیر کو تم نہ آئیکہ بھر دیکھو  
 دیکھنا زلف و رخسار نہیں برقت

ہمارے خاک انتہا ہے یہ  
 ساری سستی شراب کی سی ہے  
 کس توقع پر دل لگائے تھے  
 دروہے اختیار اٹھنا ہے  
 زمیں سخت ہے آسمان دھبہ ہے  
 وہی بغیر راری پرستہ ہے  
 ہائے سے ذوق دل لگانے کے  
 اتفاقات ہیں زمانے کے  
 ڈھب ہیں یہ خاک میں ملائیے  
 اور بھی وقت تھے یہاں کے  
 میرے عشق نے جب سے مسکن کیا ہے  
 کرا شک نہیں تو آہ سر کر  
 اس سے جو کوئی جیا تو مر کر  
 قاتم کی طرح دلون میں گھر کر  
 پھر تھکوں نہ منہ دکھائیے ہم  
 ملک دور سے دیکھ جا بیٹھے ہم  
 صبح ہوتی نہیں ہے کیلے ہے یہ  
 بھیگی نہیں آنکھ تقصیر کی ہے  
 مسرت سے نگاہ بھنے کر لی  
 ہاتھوں کی سپاہ بھنے کر لی  
 سلج اپنی کلاہ بھنے کر لی  
 کیا غصہ کرتے ہو ادھر دیکھو  
 شام دیکھو نہ تم مسرور دیکھو

گل ہوئے جلتے ہیں چراغ کی طرح  
 غالب سے محبت ہو کہین رقیبوں کو - اک تاشا ہوا لگا نہ ہوا  
 ہے خبر گرم اُنکے آنے کی  
 مع قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے  
 ایسے جبریل جائے رسید  
 ولہ سے ہو یکین غالب ہیں سب تمام  
 وہ جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد  
 وہ دل نادان تھے ہو کیا ہے  
 ہم ہیں مشتاق اور وہ مبزار  
 ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید  
 وہ کب وہ سنتے ہیں کہانی میری  
 وہ سحر کرنے پر جس کی اُمید  
 وہ کب ہوں چون میں کیا کیا کہ  
 جب تو ہے ہی اٹھتی غالب  
 لا اظلم من خودی میں بنا دیا سینے  
 مومن سے اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا  
 تم ہمارے کی طرح نہ ہوے  
 تم سے پاس ہوتے ہو گویا  
 ولہ اگر غفلت سے باز آ یا حبیب کی  
 حکیم صریح حسن جالغزاکے لئے  
 ہر ایک سے بلانی اگر نہیں منظور  
 حالی سے سب اور سب بھی تہائی کا  
 ولہ سے حق وفا کا جو ہم جتانے لگے

ہو ملک جسد اگر دیکھو  
 اک تاشا ہوا لگا نہ ہوا  
 تاج ہی گھر میں بور یا ہوا  
 کچھ نہیں ہے تعدادت ہی اہی  
 گر نہیں وصل تو مسرت ہی سہی  
 ایک درگ ناگہانی اوس ہے  
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 آخر اس دور کی دو اکیا ہے  
 یا الہی یہ با حیر اکیا ہے  
 جو نہیں جلتے وفا کی ہے  
 اور پھر وہ بھی زبانی میری  
 ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے  
 کچھ نہ بچے خدا کرے کوئی  
 کیون کسی کا لگا کرے کوئی  
 بات ظالم نے پوچھ لی دلی  
 رنج راحت خزا نہیں ہوتا  
 ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا  
 جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا  
 تانی کی بھی ظالم نے تو کیا کی  
 لگے خاک میں شفا کے لئے  
 ابر کہیں بار بار آتا ہے  
 وقت پہنچا میری رسوائی کا  
 آپ کچھ کہہ کے سکرانے لگے

مخت شکل ہے شبیرہ تسلیم  
 بی بی ہے کول رملہ پیرہن  
 ولدہ دھوم تھی اپنی پارسائی کی  
 کیون بڑھلتے ہو اخلاطیت  
 زنگ کوئی غارت ایساں  
 ولدہ کرد یا خگر عفا توتے  
 دور پستی تھی اپنی آزادی

ہم بھی آخر کو منہ چرانے لگے  
 قافلے پھر حرم کو جانے لگے  
 کی بھی اور کس سے آشنائی کی  
 ہم کو طاقت نہیں جدائی کی  
 رنگی شرم پارسائی کی  
 خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے  
 پر خدا جانے کیا تو نے

ناظم امپورنی سے دوست بنکر ہیں بناتے ہیں۔ دعوی دوستی نہیں سے ہے

سما انکاسا طمانا ظلم  
 سالک دھولکی سے تنگدستی اگر ہوسا لک  
 تھر لکھنوی سے ہیں کیا جو تیرت پہ میل ہے  
 آبرو مٹائی ہے آج جو سرگزشت اپنی  
 مقطرہ اپنے قول دفا کو بھول گئے  
 انی باتوں کو یاد کرتا ہوں

کچھ جدا جگہ دوستی سے ہے  
 تندرستی ہزار نعمت ہے  
 یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے ہے  
 کل میں کی کہا نیان بنیگی  
 تم تو بالکل خدا کو بھول گئے  
 جو مری اتجا کو بھول گئے

مقبول بنو اکو بھول گئے گھنہ

ان سے دو دن بھی چاہ نہ لکھی  
 چکیت گھنہ سے بھر سکتے ہیں غاوش میں بلبل نشین میں۔ سہارا اٹھا بھول گئے  
 مست بناری سے یہ انارک ہم کو فنا کیجے گا۔ ہماری محبت کو کیا کیجے گا  
 وہ ابرو یہ کہتے ہیں معلوم ہو گا جب اس بیٹے کا سنا کیجے گا

مقبول بنو اکو بھول گئے گھنہ  
 سہارا اٹھا بھول گئے  
 ہماری محبت کو کیا کیجے گا  
 جب اس بیٹے کا سنا کیجے گا

# بسم اللہ الرحمن الرحیم دیوان قائم

پھر کے جوہ شونخ نظر کر گیا  
 خاک سا اک دبیر سیر و بول میں  
 تیرا اک دل سے گزر کر گیا  
 خند برین اُس کی ہے دان بود باش  
 قافہ عمر سفر کر گیا  
 چہپ کے ترے کوچہ سے گزر ہمیکہ  
 نالاک سالک کو خبر کر گیا  
 تاجک نال تو پہنچا تعذرات  
 میں ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا  
 یون شور کا قذ آتش زدہ  
 شام غم اپنی میں سہر کر گیا  
 ہر چہ نہ قائم کہ کٹی کید غم عمر  
 یون ہوا کچھ دسر کر گیا  
 دل باد میں دو دن کہ تجھے ناؤ نوش ہوا  
 ساغر تہے کو خون جگر گوش تھا  
 لے لے ابر اپنے گے ہی بسوقت جوش تھا  
 جو قطرہ اشک کا بہا سلو خان غور تھا  
 کئی نگاہ گرم تنی گشتن پہ لے نسیم  
 شبنم سے برگ گل لب بتالہ جوش تھا  
 کیے شو کچن میں کس نے مراد ل کیا باب  
 ہر ایک تیری چشم ہی سابدہ نوش تھا  
 داشت کی لہریاں میں نہ بکھانہ کچھ سنل  
 یون فخر گو کہ پاس مرے چشم و گوش تھا  
 گو زمرہ گر کہ خاک پر میرے ہو گرم شود  
 ہوا اک چراغ گور سودہ ہی خوش تھا  
 قائم تو اپنی ہستی نہ بھا کہاں تلک  
 لے خاناں خراب کوئی یہ بھی خوش تھا  
 ہر دم شرار و برق سے کیا ارض کیا ما  
 ہر ایک ترے منہ پہ تبسم فردش تھا  
 جلوہ چاہے ہے اے اُس بت بر جانی کا  
 نہ پریشان نظری جرم ہے بیانی کا  
 چھوڑ تہہ بچے یا رب نہیں کوئی گداری  
 عزم نہیں آٹھ پر تھا مری تہائی کا  
 حاسے ننگ کہ چہ نام سے سبحان اللہ  
 کام پہنچا ہے کہاں تک مری رسوائی کا  
 گو چر گو دی دل مجنوں نے مرے کی ربحار  
 مبتذل جان کے ڈوب باد یہ بجائی کا  
 کس جھوٹے پہلا ہلکوتا آتے نے  
 اسی منہ سے تجھے دعویٰ تہہ ملیکائی کا  
 صحن صحر اکسا اشک سے کرنا چہڑ کاؤ  
 بس دونا ہوں میں قائم تری تنہائی کا



عدت سے تیرے بارہ تیرے بچے لیکے  
 دل کو نہ صرف گریہ کرتے چشم شکر  
 ٹوٹا جو کبر کو لسی پہلے غم ہے تنج  
 ناصح وہ فکر کہ سوائے یہ جیب  
 پیسے ہی وہ ہوں کو تو اتنا بھوکہ  
 مجرم ہوں وہ کہ سوائے قیامت کے نہیں ایک  
 اے چشم اشکبار تنک سی صرف کہ  
 قائم خدا بھی ہو نیکو جو جانتے ہیں ننگ  
 میں خوب اٹھ جہاں دیکھے وہ جہاں کج  
 ہمیشہ منہ ڈاکو تاتس باغ سے مہلو  
 سے کو دیکھے پہ جم دیوین کس طرح  
 بچانے کو لسی سوائے میں سے بکڑے تھے  
 طلب کمال کی کوئی نیچو ز ہنسار  
 میں وہ امیر نفس ہوں کہ عمر بھر جس نے  
 بزرگ فخر بہت اس میں کی سنتے تھے  
 نہ کھتے تھے تجھے قائم کہ دل کی کو دے  
 خود جہلو نہیں تنج بیگانی کا  
 نہ کہ غور تو غم کہ ایک گر دیش میں  
 ہمیشہ خوف میں وہ دل تو ہے فقیر  
 کہان ہے ایہ فانی نہ اب بترے عمر  
 فلک جو ہے تو غم کی تاب نہ لے قائم  
 میں نہ وہ ہوں کہ تنک غصے میں مٹی دگا  
 جہنم کی گویا ترقیب تو شب ہاشی کی

یہ تیرے تو جنت آستانہ بچے لیکے  
 ایسا غم کہ ہونے سے بھی یاد بچے لیکے  
 کہ قصہ دل نہیں کہ مینا یا بچائے گا  
 اور پہلے دیکھ تو میری سلا یا بچائے گا  
 گر پھر طلب کر دے تو لایا بچائے گا  
 نامہ حصے مل کا دیکھ یا بچائے گا  
 کتابت یہ جہاں کہ ڈبا یا بچائے گا  
 بند تو ننگے پاس کہ یا بچائے گا  
 پر آتش کوئی دیکھا نہ مہربان دیکھ  
 سوال ابال و عشق کا باغبان دیکھ  
 خدا کہہنے سننے تمہیں بتان دیکھ  
 کہ آنکھ بھر کے نہ پھر سوتے گستاخ دیکھ  
 کہ میں یہ کر کے فضولی بہت زبان دیکھ  
 نہ میرے باغ کی شریکے آستان دیکھ  
 پہ چون ہی آجکل پہلی موسم خزاں دیکھ  
 مرا کچھ اس کا بھلا تھے نہ میان دیکھ  
 امید دار ہوں میں رحمت الہی کا  
 فقیر کا سا بیالہ ہے تات نہ ہی کو  
 ہا و جرم رہیں تجھ پہ مینا ہی کا  
 کہین علاج ہم اس اپنی رو سیاہی کا  
 وہ دن گئے کہ ارادہ تھک پاشی کا  
 ہنس کے تک بات ہو گئے تو ہنس کا  
 تیرے کہانے کا میں میں میں

دیکھ سکتے نہیں کیونکہ وہ غفلت میں  
 اشد کی طرح تھی یاں بہک کر ایک چشم میں جا  
 مشعل خواہی سے بون شمع گرفتہ تو ہوں ایک  
 شور و محشر ہے پر و انجھ کیسے دافط  
 توفی سے پہنچے ہوں بند میں طوطی قائم  
 بیدار تھی سے نہ اس بک دل رنجور لگ  
 آدھ پلوں سے میرے دل رنجور لگ  
 غیش کے آنکھ سے شب ہے مادل لے عشق  
 جس جگر سے کہ یہ دل ناک مرثیہ کی پوچھ  
 سرری ہو کر خبر تیری صبر سے پوچھ  
 روٹی ہنگ دار آنی لے قیس مگر نہ  
 ہون تک بارے تو کم سے اس عاصی  
 سنکے اتنا تو کھ حیف کہ اب دنیا سے  
 مہرے نزدیک دل سے دھڑک رہا ہے ہر تھا  
 گیا وہ دیر پہلے اور توک سے فراق کی یہ گزرا  
 نہیں آتا یہاں کہ ہر وقت تیرے قرب میں  
 میں دیکھ خاک تھا جس میں توں پہنچے مگر  
 ہر ایک سے زلزلہ کی گویاں رسوا ہوا قائم  
 کب نہ تیرے ہر وقت میں کچھ رخص  
 آہ لے خٹک کیا ہو ہم یہ توں ش  
 شب و صبح میں نہ تیرے کعبہ پاؤں میں چہر  
 ہر لمحہ طبعیت فی ہر وقت و ہر جا  
 یہ سب کچھ کہہ کر جو یہیں تیرے

میں تو خورشید لب باہر ہوں توں جلا  
 کب یہ مسموم تھا یوں خاک میں کلا  
 سر پہ جب آن کھڑا ہو گا پتھریں جاوے گا  
 اپنے ہر اہلے دل سے غل جلاوے گا  
 آگے سو دھکے میں لیک یہ غزل جاوے گا  
 رہتہ عشق کا یاں حسن سے بھی لگا  
 تاکجا غیب نفس کیجھ کہ مقدر لگ  
 چہرے کو تو محبت خاندان نور لگ  
 کب سرور پہ اس دہم سے منور لگ  
 گل کی مانند وہ اس باغ سے مسور لگ  
 نادرہ محل لے لے کہیں اب دور لگ  
 رفتہ رفتہ جو گزر جائیگا مذکر لگ  
 ناز و داری معشوق کا دستور لگ  
 عوض اس چشم کے ہوتا اگر ناسور ہر تھا  
 خا ہر جہلے اب دل خوب یا منصور ہر تھا  
 یہ اس فرقت سے کم نہ تو تا مقدر ہر تھا  
 نظر ہو کہ یہ نظر میں تو رنجور ہر تھا  
 ہوا لے بے خبر یہ بھی کوئی مذکور ہر تھا  
 یکن اتنی تو معذرت کا سزاور ہر تھا  
 جو ترس اور کوئی محرم اسرار ہر تھا  
 ہر مے غیبت میں اھیں کہو اب یہ حیف  
 ہر محبت کا شب کوئی حرف نہ تھا  
 غیب سے پتہ میں کھرے کھٹے ہر تھا

لے لی خاک میں ہمراہ دل پہن قائم  
 شاد میں جس کا یاں کوئی خبر نہ تھا  
 دھن دھن کے گدشتوں کا بجے تم کہیں  
 شرب ابدون نے پی اور خار ہم نہیں  
 ہزار لک تھا اور بھی تو ہیں مشہور  
 یہ تجس صغیر ہستی پہ نقش کم کہیں  
 طریق عشق میں کہہ دو اوس سے جائیں ہیں سر  
 ہلکا ہوا کہ تو اس راہ سے قدم کہیں  
 حلقہ تھی نہ نظر ہے نہ نگہ دن کو  
 مس بجنے ہاتھ ہی لکھنے سے کھلم کہیں  
 مری میاں ہے قائم شاہ خط بند  
 ز بس میں کہہ کے ہر ایک بیت پر قلم کہیں  
 در دل کچھ کہ نہیں جاتا  
 رو برو میرے غیر سے تو ملے  
 ہر دم تیرے میں ہی ہوں نادم  
 مانگ رہی ہوں غونہ کہ آج  
 گرچہ قائم اسیر دام ہوں لیک  
 دل رات کئی یاد تھی کیسا حال تھا  
 شب درو دل نے شرم لگی وہ نہ مثل تیر  
 پندام اشتیاق تو اسکو دیا میں لیک  
 ہم ہی ہر طبع تری دوری میں دلت کیا  
 کہتے ہیں یاد میں تری وہ سوا جاتا ہے  
 جسے بابل و دیار بایں کو ہر لے قید  
 چھوٹ کر ادم سے ہم گرجے گلشن میں  
 کوہ دروشت میں بھی ہم زبے سودہ  
 کس بگڑ بگڑ ہے قائم تجھے لے خانہ غراب  
 دو حائل سے مجھے اتھ نہ بھر جوتا  
 تاکا اکا بکٹ سے اور یہ مجھے چٹ لیک  
 شیریں تو ساتھ خسرو لکھ جان چاہے کید نہ  
 لے دل میں اپنے حسرت رو دھن گیا  
 پتھر تپا تیری چہاتی پہ سوا کوئی گیا

اے تاب ضبط نالہ کہیں منتفی بھی ہے  
 تو سے دو کشتوں کے ہیں ہر اک سمت لگ چلے  
 ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر  
 لے گردشی زمانہ تری کج روی کے بیچ  
 سودا تو اپنے حال میں مدت سے مست ہے  
 ہم میں جنہوں نے نام چین پو نہیں کیا  
 ہم میں ہوائے وصل میں اس گل کے سدھر  
 وہ خوب ہے کون سا جگ میں فرشتہ بخش  
 لیے تھے پھر قریب ہے شام شب فراق  
 قائم کا مسلح سے تو دیتا ہے گالیان  
 ہے نفس گل نہ روئے گریبان دیکھنا  
 جب تک ہے شل آئینہ ارکان دیکھنا  
 پل اسے کہ ہے اشارہ منہ متھم  
 بہتر ہے گئے یار سے رخصت ہوا نکل  
 سنے گفت کو باندہ کے آید ہے بخت نک  
 شاید کہ دل مرا بھی کہیں ہوئے لے سیم  
 قائم قدم سنبھال کے رہ کہ کوئے عشق میں  
 قدم تو کس کا تہ کو میں پیر گیا ہوگا  
 تو دل کو تو ہوتا ہے ہے سینے میں تلک اعظم  
 نکلے زلف کے کوپے سے دل میں دیکھا ہوتا  
 کہ سے تھا اپنا قدم بوس آپ شب قائم  
 گلی سے اس کے جو قائم کو لائے ہم تو کیا  
 رہتے ہیں میرے دل پر اکثر ہزار سودا  
 کب تک رکوں میں آہ کیجا تو چین گیا  
 لیکن یہ اب تک نہ تروا بچھن گیا  
 روٹھا ابھی سے آپ کی اور آپ میں گیا  
 یکسر لڑن ہند سے شرو من گیا  
 قائم رہا تھا ایک سو اپنے وطن گیا  
 آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں گیا  
 جسکا صبا نے طوف سر کو نہیں کیا  
 دور دھڑکے ہم جے بد خو نہیں کیا  
 یہ مرحلہ تو اب تیں کیسو نہیں کیا  
 جس کو کسی نے آج تک تو نہیں کیا  
 جو کہہ کے بہار سو ٹک مان دیکھنا  
 دکھلائے جو ملک سو ری جان دیکھنا  
 بلکہ اس ستم ظریف کاہستان دیکھنا  
 باقی جو زندگی ہے تو پھر آن دیکھنا  
 عاشق کا اپنے ملک سر و ملان دیکھنا  
 کو پے کی اسکی خاک لڑا کہ چلن دیکھنا  
 یہ راہ بیطرح پوری جان دیکھنا  
 گیا بھی ہوگا کیسا دوسر گیا ہوگا  
 کہیں کا خون ہو آنکھوں نے گر گیا ہوگا  
 جبار خط میں کہیں آ کے گھر گیا ہوگا  
 تری گلی میں کہیں یار پیر گیا ہوگا  
 یہ نہ لہر نقش ہے ابک کہ چر گیا ہوگا  
 میں ہی ہوں جو شہنا تھا یک ہر ہزار

خدا ہی جانے کہ رنجش کا کبھی ہوا باعث	نہ مجرم اسکا ہے ثابت نہ کبھی مری تقصیر
کیا جو خوب تامل تو کچھ نہ ہوتا باعث	راہ میں اس سے گزرتا ایک عزت کا یمن
نیا دق کی مرض کے ہے بیان دوا باعث	دو جہد گئے کی ہر پردے پر ہی تپ مشن
اگر جب کھٹنے کی پٹنے کے ہوا باعث	کہو گسار دم مرد سے یہ دل قائم
بجز مرگ کچھ بھی ہے تیری چار کا طعن	نہ وہ کہ تو کہے ہے ہر تار کا صحن
بہتر ہے اس کے کیا دل افکار کا صلح	جائے ملک جو سورہ اناس کے ہاتھ
کچھ ہو سکا نہ دیدہ و نہ سارا کا صلح	اے نبی زاریہ دیئے کیو نہ اب ابو
بہتر ہے جو کیئے دو چہا کا صلح	قائم لے ہیں روگ ہوا فیاض کے مانتہ
آپنی ہو چکا ہو کب ہے تو افسوس کے پیچ	وقت ہو تا ہے تو دل غمت میں تیر کی پیچ
جیسے رقبہ صدامتہ زنجیر کے پیچ	گرچہ ہوں پیچ میں دریا کے ہون
غدا ہر آب تہی تجھ دم شہر کے پیچ	قشہ لب رنگے کتنے ہی تمہ کو پے مین
ہے یہ وہ بات کہ آتی نہیں تیر کی پیچ	نا صحت پوچھ نہ احوال خوشی جہر سے
جی ہی جاتا ہے اک مجلس کا انیر کی پیچ	رہتا آنا بھی ہے اک لطف نہ ہاشک ظالم
کچھ ہوا ان کے اثر مارے شہر کے پیچ	بس کرے کہ تیر روز نہ تیرے سے اب
میں کو توڑیو نہ ہے کیا فاکت اگر کی پیچ	گر تو بھی تو قائم جو ملے دولت فقیر
کہہ تو لے دل یہ ہے کہاں کی طرح	دین دین میں جھستے ان کی طرح
میں تو رکت تھا اسکو جہاں کی طرح	بیکسی جی کس کو سو نہ مردن کی
یہ نہ آتی مری نعتان کی طرح	مشق ہیں نے ایک مدت کی
جو چوٹی میری آشتیاں کی طرح	اچھے صبا کے تو کہیں نسیم
کون کب ہے یہ امتحان کی طرح	جائے یک زخم نہیں مرے تن پر
مکپ لگی دل میں اس جہاں کی طرح	اب تو جو ہوئی ہو سو ہو قائم
من نور شمع کب اس طرح دکھلائی ہو صبح	کیفیت شب جاگنے ہے تجھ پر آتی ہے صبح
تمام لطف ہے شمع میں ہیں ہر گستاخ	جب ہر چیز میں زبان ہوں اگر گستاخ

چمن زمیں کا غافل محلِ محبت ہے  
 ایک آویں لکھون میں خوب گزرتے  
 نہ محبت میں یہ خون گریہ نہ ہونے  
 شکستہ دل میں ایک ہون بے لطف  
 ہنس کے رہتے قاتلِ قاتلِ محبت ہے  
 لکھتے دل پہ یہ وحشت کو زبانتہ صیاد  
 شوق سے کام لے کر ہے صیاد نہ  
 ہوا ہے تارِ نفس رشتہ پر پروانہ نہ  
 بس بہتیم نہ مسنون ہونہ لیکن  
 تھی بسا ہر زمان آئی گل جیسے پاؤں  
 قفس میں تنگ نہیں میں ہی صرف ہے قائم  
 غمِ مہم کے نہ لیا دل کو زلی جان پسند  
 دل کی کچھنی ہے یہ نقش ہے جہاں کہ کہیں  
 آدھیکیشہ کہیں ہم کہ ہجرِ مہرِ تاجان  
 دے اس دل پر کہ سببِ طلب ہے معلق  
 ہو کہ قسائم کے فربہ ہوں پیشِ کوئی  
 نہ لبیک ہے مری تحریر ہے بجان کا غنڈ  
 کجوں میں کیونکہ کتابتِ حقے کہ مونیے  
 مرا غلط آکسے پہنچا ہے اس نہ بے مشورخ  
 کو ہے پہنچے خطا ہے ہمیں تو بدو ویک  
 نہ کہ یہ خاک ہے ہمہ حیرتِ موت کی گلیاں  
 منیہ اب کہیں ہوا خاکِ خاک کہ اس کو  
 اب یہ ہے پہنچا خط کہ فتنہ ہم

جو آگیا ہے تو یاں سے تو مت گز گستاخ  
 مگر فرقہ نہ بان ہو مہرِ گستاخ  
 ہر نفسِ شگ کو کوئی نہ چشمِ تر گستاخ  
 لکھے قدم پہ تری زلفِ شوقِ رگستاخ  
 خدا کے واسطے سے تو ہو گز گستاخ  
 تھے نفس سے چمن مجھے تنگ ہے صیاد  
 بننے پر تو دل کو ان تنگ ہے صیاد  
 ہمیں تو زندگی قیدِ فرنگ ہے صیاد  
 ہونہ وحشتِ دل کو ترنگ ہے صیاد  
 مری رہائی میں اب کیا دنگ ہے صیاد  
 مرے بھی نالہ و افغان سے تنگ صحیاب  
 اور کیا چیز ہے گھر میں جو ہو حمان پسند  
 آگئی پہر کسی کافر کی کوئی آن پسند  
 اپنے جیکو تو نہ آیا کوئی عنوان پسند  
 آدھ اس سرے کہ اسلامین سامان پسند  
 پر تن چاہیے ایسا کہ ہو دیوان پسند  
 صریحاً مرے کہ تاجے منتِ فغان کا غنڈ  
 سوائے چشمِ مفید اب رہا کہاں کا غنڈ  
 ہے پاؤں سے دیکھے ہے احسان کا غنڈ  
 کہ صریحاً میں میرے قلم کہان کا غنڈ  
 ہو ہر جھنکے جس طرح زراعت کا غنڈ  
 ہے غنڈ سے مجھے بسم کی لکھن کا غنڈ  
 ہو اسلئے اعلیٰ میں کچھ گراں کا غنڈ

سہہ نشن نہ زندگی بسر کر  
 جسے طول اہل نہ وقت پیسری  
 کچھ درد من ہے نہ رگ بھی  
 توڑا تو مرا سب کو لے آہ  
 کہے کے سفر میں کیا ہے نرا ہ  
 نصیر پر گھر کی جان لے دل  
 ہوا لے اب خزانہ ملک تو بس کر  
 نہیں کبت میں دل ترک تنہا  
 بول پر آ رہی ہے جہان صیار  
 نے بس فاصلے کو پے پہلے  
 فریب باغبان پر ہو کے فاصل  
 نچہ پر مانت تیری ابا صیار  
 بسا وچ ہے قاتم کوئی دن  
 کس کی آنکھوں سے شب بوجھ لگا  
 اشک آئین سے اُلتے دن  
 ہم وہ آفت طلب بن گئے ہنس کر  
 یاد میں لکے رات رو پایا ہوں  
 دلوں دیتا ہے بون کوئی پیاسے  
 تجھ سے حیرت زدہ کے قاتم  
 خج و فاسد تہہ یا بہو فانی تقدیر  
 غفلت میں کیونکہ ہمارا ہوا سبز  
 بہت کسی ہی طرح سے ہم غم آزد  
 ہوئے نہ شام نصف کے لگے تری سفید  
 گر اشک نہیں تو آہ سر کر  
 شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر  
 اس سے جو کوئی جیسا تو سر کر  
 کچھ اس کے بھی دلیں اب اثر کر  
 بن جائے تو آب سے سفر کر  
 قاتم کی طرح دونوں میں گھر کر  
 ابھی تو کھل گیا تھا تین برس کر  
 پہ جتنی ہو سکے آفتی ہو سر کر  
 نہ لے جنگل میں ظالم جہنم کس کر  
 جہنم میں غور لے باگ برس کر  
 نہ لے بلبل اکٹھی خسار و خس کر  
 مجھے ہم آب و دانہ کو ترس کر  
 لے جو ن گل پیاسے کاٹ ہنس کر  
 اب تلک کھینچا ہوں سوخا ہر  
 صفت جاتی ہے اتہ سے یہ ہمار  
 زخم نشیر مرہم زنگار  
 غرق خون ہے ہنوز جیب و کند  
 یک کیا کیجئے خسار ہر کار  
 کیجیو آئینے سے لوح مزار  
 آشنائی اس قدر آشنائی تقدیر  
 اس بات میں کہو ہنوا ہر گ کا دہنر  
 ہونے کہو نہ سے فلک رو سیاہ ہنر  
 ہرگز نہ ملنے ہو تیس دن کے دہنر

آف از خط کا ہے تہے عارض پر مجرہ  
 شطے کے یاں جگہ سے اُگے ہو گیا و ہنر  
 ایسی جگہ ہے سر پہ ہوتے گا و نضر  
 جس کے حضور ہو نکلے تیغ شاد ہنر  
 مریعے کو خشک سحاب کرم نہ یکجہ  
 بل و ہمتے کہ ہے تری اک نگاہ ہنر  
 روستے گئے گی سے تری بسکہ اہل ان  
 ہے انکے فیض چشم سے ہزار راہ ہنر  
 قائم و درو دل سے نہایت ہے یقین  
 ہر تار و فلش میں ہے مضنون ہنوز  
 اکرم تو ہمیں ہے بچے گلچین روزگار  
 ہر جہی غریب کدو بسان بیشتر کہ آہ  
 دامن نہ بچے خاک سے میرے و مشعل نو  
 قاسم نہ مجھ سے مزار پر روتی ہے یکست  
 میں ہوں سیر کہ تا ہوں سیر باغ ہنوز  
 نسیم زلف کا کس کے چمن میں ہوا لکڑ  
 میں لکڑ مرگ بھی قائم جیسا نہ گردش سے  
 خط آج کا مجھ سے ہے ڈاک میں ہنوز  
 عالم سے حیف جس کے لئے کی میں دشمنی  
 ہر وقت پر اٹھے تھے سوسنزل پہونچو  
 اک پہلا جودل تھا سونگھتے ہوا رنگ  
 انکار ہوسہ دتے جو قائم کیا تو کیا  
 صحت کا جی میں جاؤ نہ آزاد کی ہوں  
 جہ نہیں جی گو نہ چاک نفس سے تو کیا کرن  
 کہ مذلیل گل جو پہاڑا ہے یہ بین  
 و بلی کی چپ ڈانچہ کو باک ہونا ہوا  
 تو کمر و دیبہ تیغ بلف اس کو نہ موڑ  
 شطے کے یاں جگہ سے اُگے ہو گیا و ہنر  
 جس کے حضور ہو نکلے تیغ شاد ہنر  
 مریعے کو خشک سحاب کرم نہ یکجہ  
 بل و ہمتے کہ ہے تری اک نگاہ ہنر  
 روستے گئے گی سے تری بسکہ اہل ان  
 ہے انکے فیض چشم سے ہزار راہ ہنر  
 قائم و درو دل سے نہایت ہے یقین  
 ہر تار و فلش میں ہے مضنون ہنوز  
 اکرم تو ہمیں ہے بچے گلچین روزگار  
 ہر جہی غریب کدو بسان بیشتر کہ آہ  
 دامن نہ بچے خاک سے میرے و مشعل نو  
 قاسم نہ مجھ سے مزار پر روتی ہے یکست  
 میں ہوں سیر کہ تا ہوں سیر باغ ہنوز  
 نسیم زلف کا کس کے چمن میں ہوا لکڑ  
 میں لکڑ مرگ بھی قائم جیسا نہ گردش سے  
 خط آج کا مجھ سے ہے ڈاک میں ہنوز  
 عالم سے حیف جس کے لئے کی میں دشمنی  
 ہر وقت پر اٹھے تھے سوسنزل پہونچو  
 اک پہلا جودل تھا سونگھتے ہوا رنگ  
 انکار ہوسہ دتے جو قائم کیا تو کیا  
 صحت کا جی میں جاؤ نہ آزاد کی ہوں  
 جہ نہیں جی گو نہ چاک نفس سے تو کیا کرن  
 کہ مذلیل گل جو پہاڑا ہے یہ بین  
 و بلی کی چپ ڈانچہ کو باک ہونا ہوا  
 تو کمر و دیبہ تیغ بلف اس کو نہ موڑ



یال بزم نام آب ہیں سارا جسگر آتش  
 دل جاسے سوکھیز ہر در آب اور اور آتش  
 کیا جس وفا جگہ یہ سینے میں ہوئی خاک  
 جس گھر کی لڑ بس کو گئے جیگر آتش  
 بیانی کو ذوق ک ہوا ان کو شہ رز آتش  
 مہر آپ کو کہتا ہے وہاں نفل در آتش  
 یہ دل بھی مراد وہی ایمن جو موسیٰ  
 جرات سے طلبہ کو یہاں آن کر آتش  
 گستاخ ہنماک نشین ہے کہ قائم  
 دیکھی ہے مجھ میں را کہہ میں ہم بیشتر آتش  
 کیا تو سیاد کیا ہسکو گرفتار قفس  
 ہم نہ شایستہ بس نہ سزاوار قفس  
 جسکوی کہتے تھے سروسہ میں جیل کو  
 ہم زرد و اخ جسکے سے تھے خیر قفس  
 می نکلتا تھا ہیں یارب غرض  
 ایک کیا مہانے پہ نکلے کب غرض  
 تجھے ظالم کو کوئی دل ہے سو کیوں  
 فائدہ حاصل جہت مطلب غرض  
 بچہ کہ کوکب بدلا سداڑوں سے بنا  
 یعنی طمع نہ کہ ملک دون سے انبیا  
 ماتہ فخر موجب آشفٹ ہو ا  
 چہرہ ج طلب خوشی کی ہے یوں دل سے چلے  
 دنیا کی بکسک رات خا ہدی شہ  
 قائم کو تیرے قد سے خوشی کیوں نہ کہے  
 شاعر کے دلو مہر نہ موزوں کا نبلا  
 ہی تہہ لکڑا سے کیا خط  
 پرش فوسل ہمارے کیا خط  
 تو ہی ساقی اگر نہیں تو ہمیں  
 باد وہ خوشگوار سے کیا خط  
 دوسرہ چوٹا بھی وہ نہیں کرتا  
 بس ہیں انتظار سے کیا خط  
 پونچے آئو نہ استیں جو زری  
 دیدہ اشکبار سے کیا خط  
 میں اپنے نصیب گرفتارم  
 خونی روز مار سے کیا خط  
 قون کے ساتھ تو بیل ہے اس میں  
 میں ہم اسیر بھی دافونے دنگے میں محظوظ  
 یوں جیلے آدھنے ساتا ستانی شمع  
 آگ لگیو تجھے نے بجن آدھی شمع  
 راز دل سوچا گوں کیونکہ چھپتے ہے  
 ہوتی ہے پردہ خانہ میں رسوائی شمع  
 نگر جیانی پروانہ کہے کون کہیاں  
 آپ ہی رشتے میں ہے بجز گیرانی

تجھ کی رست نہ میرے میں آئے ہو بیان  
 آہ چھوڑنے کو تو کہہ نہ سب بات نام  
 آتش بجنے کی ہے آپ شروع  
 کیوں نہ ابتر ہو آئندہ کون سے چشم  
 غیب میں بسا اگر نہ کچھ میں سے مال  
 نہ مٹتے ہی اس کا کیوں نہ تمام  
 جان لپ ہے دل لکھا کون کس سے نہیں ملتا  
 اس میں ہیں کیجیے کہ کچھ سر پہ لے نسیم  
 ہر ہے ساقی کہاں اب جام و دینا کہ ہر  
 ہو ہے اور باغبان کو ننگ ہو جتنے دیکھ  
 ہر ایردن کو کٹر تحفہ لگشت جن  
 سچے نبی قائم کے ہو کچھ بحر من بادن کا ہر  
 جس سے ہے دل پر میں سے جانے داغ  
 خون پھوڑا دل فخر لالہ کی طرح  
 بیج آتش کیوں نہ پہونے عرش تک  
 کیا کہن و دہن میں تیرے کیا الم  
 دل ہے تمام اتلک سر و چمک  
 کہ امتحان ہو کے تو خود خواہ کی طرف  
 اٹھنا ہے کہ غیر سے صحبت نہ کہ تو اکیم  
 سیکھ ہو کس سے سخن کہ بیانیہ سے بچاں ہر  
 لار کو کوشہ عشق و دان از اور اور  
 کس بات پر قری میں کیوں اعتبار ہائے  
 رہنمائی سے کون بدست تک انی مل

آپ کے واسطے اگر مر ہو سکو اسی شین  
 ایہ تو خلق کی نظر کو جہنمائی شمع  
 تو بھی کہ وہ تو ہر آپ شمع شروع  
 کی ہے ہر کوئی نے یہ کتب شروع  
 بن سکتے ہی کیا جواب شروع  
 پھر کیا تو نے انصاف شروع  
 نرس میں بخور کے ہیں یہ لازمہ بلاغ  
 ہے مزین کیا یہ گل شمع اور عید داغ  
 دل میں تانستی میں گلشن کا گلے نہیں ملتا  
 فخر دل کو پہل کے حق گل نسوخت  
 کوئی باقی ہے اب دل میں پہلے میر داغ  
 آگے پہل کے آئی ہے خوش فخر داغ  
 سے نہ لے غم داغ نہ بالکے داغ  
 تاکجا کرتا رہوں افسانے داغ  
 دل سے اٹھ ہے میرے دیا کے داغ  
 دیکھتی ہو چشم نابینا کے داغ  
 جس میں اس گل کے دلیر جا داغ  
 میں بکھرتا ہوں اور تو کی تورا بکھرت  
 جیسا ہوں میں مثل گہرے بکھرت  
 تم کی طرف جلوہ جو تو تورا کی طرف  
 میں ایک طرف ہوں اتنے منہ لگا کی طرف  
 افر کی طرف ہے تو انکار کی طرف  
 میں ایک طرف ہوں تو انکار کی طرف

و قل ایک ست کو جس سے میں ہیں خاک — سر پہ پہن ہن خیر یاد رکھ لو  
 دیکھا کہ نہ اس دلِ ناشاد کی طرف — کرتا رہا تو اپنی ہی بیداد کی طرف  
 قاصد چاہے پاس کے گپے کا بوسہ خون — جلوے اگر تو اس ستم آباد کی طرف  
 کہتے ہیں کہ یہ خاکِ دل کر کے خراب — آٹھ ہے چشم اب تری بنیاد کی طرف  
 جس گل نے شعلے لائے جلیں اٹھا دیا — کہتا ہے گوش کب مری فریاد کی طرف  
 قائم تو ہی تھکے نہ کہو رہ بیخ — ہونا پڑے گا حفرت استاد کی طرف  
 پاسِ اخلاص سخت ہے تکلیف — تاکجا خاطر دینے و سہاے  
 چشم و دل سے تمنا ہے چشم ہیں — کہ نہ گریے کے ہو سیں گے حریف  
 مجھ سے تجھ ہی کیا جو فصلِ ربیع — کہے اشجار سے کہ ہے فریق  
 یوں کہہ دتے تھے ندی سانی — نامی معلوم کو بہتے قیف  
 اپنے کو آپ وہ نہیں پاتے — فکر میں تجھ کر کے ہیں جو ضعیف  
 کیون نہ دہی پر شہر قائم کا — ہے دو اس کی آخر ششِ تعریف  
 اے محنت آزمائے عاشق — جب خوش ہو کر مری جائے عاشق  
 قاتل کی طرف سے ہونہ و عدا — بس ہے یہی خوبہائے عاشق  
 توار محبت وہ کہنیتا ہے — کافی ہے نگہ برائے عاشق  
 سود بھی جفا پر منہ نہ موڑا — رحمت ہے تجھے و فائے عاشق  
 شرمندہ نہ ہو نکل جگر سے — اے ناکہ نار سائے عاشق  
 ہجران میں بھی درگیا نہ قائم — بس بس تو اور کہائے عاشق  
 ہر پردہ میں میں جو طوفانِ ہند پر خاک — کیا جانیے کہ کون یہ گریاں ہے نہ بھلا  
 جنتِ لعلِ عشق کی دولت ہوتے ہیں ہم — داغوں سے دل کے سیرِ گلستانِ فریاد  
 آلودگانِ گرد کو منم نہ بدجہد سہل — اکثر سنا ہے سچ تو یہاں ہے نہ خاک  
 دو تھکے زخمِ شملہ کی ہے میان — دیدار کا ترے کوئی حیران ہے نہ خاک  
 قائم خیالِ زلف میں جو کوئی رہ گیا — تاحشر اس کی خاک پریشان ہونے خاک

دل دیکھے دیا میں تھکے جان تک  
 آدوہ سوختن ہوں یکسار  
 بان تار کہ ہے یہ وقت ادا د  
 آہستہ ہولے نسیم یک دم  
 تو تم جو ہے شمع بزم امسی (ق)  
 دیا تو ہے ڈمیر آلودن کا  
 کوئی اب مے مزار پہ لائے نہ لائے گل  
 آوارہ و گریبن میں مے بان پر نسیم  
 جلیل نکر تو شور کہ جہے اسیر ہیں  
 نالوں سے غم لیکے آیا ہے ہی تنگ  
 بل تر باغان کا قافل نظر میں رکھ  
 جہے اسیر ہیں کہ ہوئے اسگھڑی ربا  
 قائم وطن کے بیچ تو آلودگی نہ ڈھونڈو  
 کو شب عشق کہ چو چارہ افسردن دل  
 بیچ خون رات دھر مرض سے گزری تھی اگر  
 تو آہ و بزم تک بھی زمین نہ ہے گراہ  
 ہن شب غم نہ سحر ہو کہ بجے گرسے  
 کیونکہ صیا نہ بہن خون کے انگوٹھے سے  
 شب میں قائم تھے اس بزم سے جلتے کچا  
 اب کی جو یہاں سے جائیگے ہم  
 شکل ہے نہ آتا تجھ کی پس پ  
 ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا  
 جیسے ہی سے ہاتھ اٹھائے لیک

اب اور چکر کروں کہان تک  
 لے برق مے بھی آشیان تک  
 پہنچی تو ہے آد آسمان تک  
 بھراہ ہیں ہم بھی گلستان تک  
 میں سات ایک تھا آسردن تک  
 دیکھا تو لگا از استخوان تک  
 ہیں ملخ نیکی کے سگر پر سیدھے گل  
 آئندہ آئندہ کوئی بتلائے گل  
 کل بیدار کرتی تھی جو مدلتے گل  
 کس نے مے مزار پہ اگر چڑھائے گل  
 ہم بھی کسی زلے میں تھے شلتے گل  
 جب لڑ پئی تھی خاک میں نشوونو گل  
 ہر خار گلستان میں ہست کہ پاؤ گل  
 موت ہے شمع کی مانند ہیں مرون دل  
 گریہ یکم بھی تو ہو ملخ خون خود دل  
 اپنے مذہب میں ہے کچھ کفر تازہ دل  
 ہے عین اشک کباب وعدہ آودن دل  
 بوجہ سچ نفس ہے ہے افسردن دل  
 یوں بھی کہیں ہوئے سپیدارہ دل  
 پھر تھو نہ ہنہ دیکھا سینگے ہم  
 پر یہ بھی سہی نہ آئیگے ہم  
 ملک دور سے دیکھ جائیگے ہم  
 باتیں نہ تری اٹھا سینگے ہم

اسپر ہی کر میں ہے وہ نہیں  
 قائم ہی نہ ہر کسٹینگے  
 جب صبح پہ اپنی نگین چشم  
 دیا دس ہیا گیس چشم  
 ہوں شک ہوا کے آگے روکر  
 نظر دن سے مجھے گرا گئیں چشم  
 ملا تہا میں شب ہر گز یہ صبح  
 براٹھتے ہی جان کہا گئیں چشم  
 نب ہو میں میں رو کا کف اتم  
 دیکھا کہ میں جسائیں چشم  
 جوں نخل شمع کی رہیں ہمارم  
 جز اسٹک آدہ رکھتے نہیں بڑے بارم  
 سے پہنچو تو میں میں گ ہیں نسیم  
 آدہ ستر جیہ بڑا بک فب انیم  
 ٹیب ہا سے دل کو نہ کوئی کرے تیز  
 واقع ہوئے ہیں سبک سیر روزگارم  
 قائم جگہ ہے روئی یہ حالت تباہ  
 اس صحن گلستان کے ہیں دیو دلدارم  
 کچا صبا کے پاؤں ہنکر بونگ بد  
 آفوش گل میں ہوتے تھے سنت بیچارم  
 کیا جانتے تھے ایک دن ایسی بلی بادی  
 اس مرتبہ کو جو گئے بے اقدارم  
 گل کا تو وصل دور ہے ہیرا سنہ یگا  
 چاہیے گرجہ سید خراشی کو خوارم  
 کب شمع یاں تک گئی سرے گذر کہ ہم  
 رکبتے کب فنگ پر سوز جگر کہ ہم  
 روکے ہوں کون تجھ مری مشت لے کب  
 ہلا دھرتے داغ جگر جو سپر کہ ہم  
 جہنگل ہے اشک گرہم مرا آہ سرد سے  
 جوں شمع بجے موت ہی گزری تمام عمر  
 قائم نہ کہتے تھے کہ نہ مل ان بتاں سے کلم  
 میر صاب ہر کہاں مرغ چین میں پڑ  
 غنیمت میں مرا حال جو تو دیکھے ہے فاصلہ  
 بیوہ و آشفہ نہیں یہ لگائے شوح  
 مانہ نفس آپ سے جا بون میں ہر دم  
 اچھا تو ہے قائم کو بادیں جو اسی طلع  
 تجھ زلف ہی کے جو نہ گرفتار ہے میں  
 اب شگ آستان سے تو اتنے کچل کلم  
 گل کتر دن بون سورنگ میں ملد سخن میں  
 میر صاب نہ کیو اسے یا ریاں وطن میں  
 غنیمت میں مرا حال جو تو دیکھے ہے فاصلہ  
 بیوہ و آشفہ نہیں یہ لگائے شوح  
 مانہ نفس آپ سے جا بون میں ہر دم  
 اچھا تو ہے قائم کو بادیں جو اسی طلع  
 تجھ زلف ہی کے جو نہ گرفتار ہے میں

جوں صورت آئینہ تھو مجھ سے  
 بیدار غیث شبنم کی ثابت ہے دلیکن  
 ایک ہی مژدن اچھڑا آئینہ ہے  
 دیکھ ہے جنوں نے تجھے بے پردہ غولی  
 پا چہرہ ہے ذرا حال خزانہ کو قائم  
 ہزار ہوں غفلت کو کئے میں  
 جو لوٹ جائے تنگ پر ظلم سہی کا  
 مجھ کے شبیر دل کو شکوے ہے بیت  
 نے یہ سب غفلت ہو بھی اشک لہز جگر  
 یہ جانتا میں نہیں ہوں کہ دل ہے کب تو اقم  
 غفلت کہ ہے جس دہبت طرز کبان  
 ہری اس قدر مٹا ہے سہل مرد غلام  
 جس سے غم کے تو جہت میں کتا ہوں گدہ  
 تو کہ نصرت ہے بس لے عیاش گشت کو بر  
 غمزدہ چشم نے مارا ہے مجھے اب تیرا  
 تو کہ اس بارے میں جہل تو بہت ہی لیکن  
 کوئی گفتار ہو کوئی مجبور نہیں  
 پاؤں بھی اپنے ٹھرتے نہیں اندر سترنگ  
 انا کی جہل پیش رفتی ہے میری حق عمر  
 جو جانتی ہے انوشیروان صاحب کو بریا  
 بہادری و ہمت ہر سہل و سہل کو  
 اہل بیت سے ہوں غمزدہ و سید و چار  
 ان کی نصرت ہے پارہ کھوشت کی نہ

گزشتہ میں تو پیا ہے پس دیوار ہے میں  
 کیا جائے کس کام میں بیدار ہے میں  
 ہر چند گریبان کے گئی تیرے میں  
 سہاگن سے تازہ لیت غمزدہ ہے میں  
 یک عمر ہم اس گھر میں ہی غمزدہ ہے میں  
 کہ ہے ہر غمزدہ صفت غمزدہ ہے میں  
 ہزار گنج ہون ظاہر مرے دینے میں  
 بجائے باد و ہوا ہے اس آگینے میں  
 میں گو کہ لعل و گھر غلج کے غریب میں  
 ہے آگ غلج سی ہے ہے دھم سوز میں  
 یاد حق کہتے ہیں یہ طالع ناساز کبان  
 تو بھی ہر چند ہے سوزوں پر یہ لانا کبان  
 کروں شکوہ زری بیدار کا آواز کبان  
 تاب نہفتا کہ عداوت پر ہزار کبان  
 لے مسیح لب جان بخش ہے اجمار کبان  
 دل کیلے نالے سے جس کے ہوا آواز کبان  
 ہم سمجھتے ہیں جہاننگ کہ ہے مقدور ہیں  
 دیکھیں لیجائے کہ ہر یہ سرور شور ہیں  
 نہیں معلوم کہ کیا بات ہے غمزدہ ہیں  
 یکدہ جب ام اور جو سال کہ ہے حبیب ہیں  
 ساقی آئینہ ہے میں ہر گز نہ کبان  
 تو کہ گشت کو ہم گشت سیرت کو بر  
 یہ ہے جو ہم گشت سیرت کو بر

چننا سبب قصہ نیا کہ سو بچتا نام  
 نہ دل ہر اچھے ناب نہ رہا ہے اکھن میں  
 اب وہ جو فکر کہ ہم ترک سبب کریں  
 میں روکا ہوں چہ ترے ہی دیکھنے کے لئے  
 کہو تھے بے سوغوں جم رہا ہو نہیں  
 موافقت کہ بہت شہرین سے میں لیکن  
 سبب دار تک و دم رہا ہے آکھو نہیں  
 وہی عزال ابھی رہا ہے آکھو نہیں  
 وہ محبون کہ مثال سبب آئین  
 بلکہ سے شک نکل آکھ رہا ہے آکھو نہیں  
 وقار سے تراکم رہا ہے آکھو نہیں  
 سن اشک سے تو توجہ کو رو رہا  
 غزنی سے بوجہ غرض رہا رہی سے کہ جس  
 ہاں مصیبت زدگان کیوں نہ ہو آخر ہم ہیں  
 اور ہے ان کے لئے سے کچھ کہانی میں رہیں  
 بچے کیا کہ کچھ جو جن مری اب تک بھی خبر نہیں  
 کہ میں نے ان سے جو حرف سوچے وہ آہ جی نہیں  
 جو کہ تھیں سپرد اسرار اس ہلکے کو مل نہیں  
 شہ ناز و گاہے ریت نہ ہوں کسی سے وہ بہ  
 ہے ہر ایک شب ہی تو یوں شب کہ ہے جہاں نہیں  
 تہہ شہر سے کہ تو کہ بچیں میں کچھ شہر بہت  
 جو آئے کہوں کہ ہے بھگت سبب میں صفا لگ نہیں  
 جوں غم دم سے میں آئے سفری ہوں  
 نے آئیے شب ہوں میں نہ دے سفری ہوں میں  
 ملک میں نہ ترسایہ بازو سے شکستہ  
 میں یہ ہوں اپنے میں ممانا نہیں ہوں گل  
 ہوں روکا ہوں سنگ بجا سے مجھ کا د  
 کہ کہ ہوں گدہ سے کہ بچے مجھ کا  
 ہوں نقیض قدم ہوں وطن کام مستین  
 اپنا قصور سے ہے عطا جو تو نہیں  
 کیا ہو کہ میں کی دیر سے غافل ہو وہ کو  
 نوش رہا ایدل اگر تو شاد نہیں  
 ترے دامن ملک جہاں ہوں۔ اور

میں کہا مہدی کی کیا تہنات  
 لے صبا دشت میں یہ سرگردان  
 تا کجا امتحان صبر کہ شریخ  
 یار اگر چاہتا ہے وہ قاتم  
 لیے صریح قد سے صدافیس  
 ظالم تو یہ بخان کہ تجھے خفا ہوں میں  
 اپنا منہ تجھے بھی بڑھاکے تجھ پر  
 جو سپرد دہری باز اوں دہریہ  
 ہوتے سو کہ جو غیر ملک مجھ کو اختیار  
 آئے غلام چین کی عرف گرمیں زرد گردن  
 انہوں سے جائے اشک گرین گل جھکان  
 کہتا ہے آئینہ کہ ہے تہا ہی ایک اور  
 انکھوں کا دھوا بخش دو مہیاں  
 قاتم یہ کیسی ہے کہ قید سے شمع کی  
 عالم میں ہیں اسیر محبت ہر کہیں  
 ہوئی تھی چشم دید کو تیرے یہ جوں جہاں  
 رہنے دو میرے عشق کو ہو جلے تا فبار  
 معارف ہے سب یہ بالمش صیاد کا تیرے  
 روتی ہے تو لوگوں ہی کو شہنشاہ تو دیکھ  
 کرتے تہ کو گویم وہ اپنی غلام ناز قلعہ  
 کہنے لگا یہ دیکھ کے احوال کو مرے  
 کیا شہنشاہ ہیں دینی ہے اسے عزیز  
 قاتم یہ نفیس صحبت سودا ہے وہ نہ میں

جنکے کہنے لگا کہ یا دہنیں  
 خاک مہنوں ہے گرد و باد نہیں  
 عاقبت دل ہے کچھ مہا نہیں  
 جان کچھ دل سے تو زیادہ نہیں  
 معنی مہر مستغفار نہیں  
 دلپایا ہوں نثار وہی آتشا ہوں کیا  
 ایسا نہ کیجو کہ کہیں بیزا ہوں میں  
 جو کچھ مذہبیت تھا سو دیکھتا نہیں  
 تا کہ بقول شریخ زہر شہر و ہوں میں  
 غنچہ لکے گون کو صبر گرین زرد گردن  
 منظور گریم گرمیں ترانگ و لو کہان  
 باد نہیں تو ظالم تھے بعد گردن  
 بر چاہو مے سو کیو گر پھر کہو کلان  
 ایسی جو میں مہیاں کوں ہے غلام  
 لیکن ستم کس پر نہیں استغفار کہیں  
 لے نین میں آپ نہ آیا نظیر کہیں  
 بجا لگی آواز کے نسیم سر کہیں  
 ہیں نہ بہر لوگوں سے تو الود کہیں  
 محو ہے اس طرح سے کسی کا جگر کہیں  
 اس میں جو آئے پڑتی ہے مجھ پر نظر ہیں  
 ہر نام تو کیسے تین یاں نہ کہیں  
 تہا پڑا ہے تک خدا جا کے مر کہیں  
 زنی غزل سے میرے آتا ہے کہیں



صحرای گرجون بجے لائے قباب میں  
 اس شعلہ سے کب حرارت کیہ داغ  
 تانے سے تیرے ہاتھ میں زندگی مذاب  
 جون بجے مجھے موجب بیضاقتی پیچیدہ  
 قاتل جو کس طرح سے ہم بد وقت ہو  
 دعوے کو تو زار شہر کر رہی  
 آدیک سے بھی یہ جیب نہ ثابت کی  
 لڑکی مانند نزاکت کا میں دیوانہ ہوں  
 صحرای خولی ہے خط اس کا لکاش  
 تیرے زلیست کی ہرگز بھی پنوں میں باب  
 آکھا کہ جہاں دست فلک سے ہوتا ہوا  
 ہلے قائم ہے خوابان سے توقع یہ نہیں  
 جہاں کوئی جہان میں آغوش سر نہیں  
 شام شبہ ز بوی صبح زندگی  
 قائم و اطلسوں جو پہننے کو خرابی خود  
 جاتے دراصل کو کب تم ایجا ہو تیس ہیں  
 دانش کی دلی اور کوئی راہ ہی نہیں  
 قبل غدر تو وہاں ہو جہاں طلال بھی ہو  
 یکدہوں کی سرحد کہ کوئی چشم تر نہ ہو  
 لے وہ کہ منس سے شعلے کو کرتا ہے تو بلند  
 آوارہ دیکھ جانے سے آفر ہوئی میں لٹک  
 پتیلے دل اگر تو مٹی عشق و مشہل  
 قائم اس بعد جو ضروری ہے عرض شوق

ہاتھ بڑا ایک خار کو ہلے حلیہ میں  
 ذرہ ہے جس کا سوز دلی آفتاب میں  
 اتنی بھی کیسا دھڑک ہے کہ صواب میں  
 یک عربے کہ جو نہیں اسی اضطراب میں  
 وہاں خود نماز میں ہم اس جواب میں  
 گوہ باشد کہ تیرے دلیس یہ تاثیر کریں  
 تہوا خواہ مرے سینے کی تدبیر کریں  
 نندہ گئی کی جھجے صبح سے زنجیر کریں  
 پس چند کو گرد آسلی موابہر کریں  
 بے اہل مرنے میں ہم کچھ بھی جو پیچ کریں  
 چلے پئے اس کو اب اس بزم سے نکل کریں  
 قتل کر کش کو بھی میری یہ تشہیر کریں  
 ہے بیل تو ذلغ یا رہی پر اس قدر نہیں  
 لیکن شب فراق کو ایک سحر نہیں  
 لے خاتمان خواب مگر تیرے گھر نہیں  
 ہم اپنی کو عاجزیوں انہو کو عیش سو نہیں ہیں  
 جز یہ کہ آہ کیے سواہ ہی نہیں  
 بہان پاک تنہا بان جو کچھ خیال بھی ہو  
 مر ہی اگر ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو  
 مضاف ہے کہ آہ میں میری اثر نہ ہو  
 طفلی میں یا لٹی کوئی ہے پھر نہ ہو  
 لیکن نیک امتیاز کیاں خود و شہر نہ ہو  
 کر دبی قصہ گو نہ وانا نہ ہو

پہنے نے شہ پانے پاس چھکو  
 روہا کہ کوئی نکاح دل کا  
 دل نازک و کار مشق در پیش  
 یارب یک کون بان سے مہمان  
 حیرت نے کیا ہے یک جہان کا  
 کو جاہ خاک و لؤل کہ قسام  
 محکم قلعہ دش رکھ نہ میں زبان سنتے ہو  
 ننگ کو آب کی پل میں ہساری باتیں  
 خشک درخت کی پھلتی ہے صدا آتش مشق  
 دم قدم سے تھی ہوائی ہی خون کی رونق  
 میں کہا خلق تمہارے جو کر کہتے ہیں  
 ہنکے کہنے کو خیر اگر ہے ہات  
 نکوانہ نیت سے چنے آسمان سے چھکو  
 عاشق تہا میں بل کیہ گل کی رنگ و بو کا  
 باوصف بے کالی حرت طلب ہوں قائم  
 نے جو پاتا ہوں نہ وصل جیب کو  
 ہموار کرنے سے ہی کے پشیاں چھکو  
 کہو دیکھ کے کو اور کہو وہاں چھکو  
 وہ دن گئے کہ آتش آتھا بار بجیت لگی  
 تمک ہل تو رخ یمن پر غلط لگا ہی سے  
 قتلے واسطے نے باغی نہ کاوش کر  
 مری تفر میں ہے قائم یہ کائنات تمام  
 کرش شبانہ روز نہیں ہے سپہر کو  
 اور دن سا کو قیاس چھکو  
 آجائیں تنگ و اس چھکو  
 اتنا ہے نپٹ ہر اس چھکو  
 گنا ہے گھر آدا اس چھکو  
 جل آئینہ روشناس چھکو  
 بخت تھا وہی لباس چھکو  
 اپنی ہی کہتے ہو میری بھی میان سنتے ہو  
 لیکن فوسد چھو کہہ ان سنتے ہو  
 بچو اس بچے سے اسے پرو جان سنتے ہو  
 ایک کو جو نہیں کہیں شوق فغان سنتے ہو  
 تم بھی اسکا کہیں کچھ کر دیتا سنتے ہو  
 برو بھی ایسی ہی جیسے کہ وہاں سنتے ہو  
 پہنچی جو کچھ ازیت اپنے گمان سے چھکو  
 اک انس ہو گیا تب اس گمان سے چھکو  
 درخورد ہو سو کیوں کر ہل جہاں چھکو  
 یارب کہیں صبر دل ناشکیب کو  
 کہنے ہیں چاک ابھی کرنے گریبان چھکو  
 نپٹ جنگ کی تنے اسے میان چھکو  
 ہے بیدار غمی دل نہ توں گزان چھکو  
 ہیں کہنے زور کہ پہلا ہے آستین چھکو  
 بہت ہے سایہ دیوار گستان چھکو  
 نظریں کو کوئی لانا نہیں بیان چھکو  
 صدقہ کہ ہے کوئی پتہ نہ کہ چھکو

یہ کون ہر روز ہے جو سے کہتے ہو — میان خدا انکے تم خدا سے ملنے ہو  
 ہمیں ہمیں میں جو کچھ سوچیں یا کیا ہوتے — سر پہ ہے پڑا اب وہ دوار کے ساتھ  
 کہ ہمیں غارتھے پہنچ نہیں سونے سے پہلے — جب خوش رہو ہم گل و گلزار کیساتھ  
 میں وہ ناپون سے کاچھے مت قید کرو — جی بھرا نیگا زنجیر کی جھکار کے ساتھ  
 کہ یہ ہیں ہر شمس قائم گر اس اس کے بیچ — یاں تک کیجئے ستم پہ گرفتار کیا ہوتے  
 کہ گزند میں کچھ ہے اثر پروا نہ — فرق کوئی مجھ سے مل کو جہاں خدا کیساتھ  
 جو دھنس ہے از بس سے سرو زر کا غلغلا — اڑنے پائے لگن چند پر پروا نہ  
 ہوا و ہوا ہی سے اس کی مرزا تو نہ — بزرگ شعلہ نہیں نیشتر پروا نہ  
 ہوتے لے شمع اگر قدر تھے عاشق کی — راج ہوں رشک سے تیرے اثر پروا نہ  
 شمع تک جاتے تو کچھ مقام اس کو قائم — عوز بازو لا کرے بل پر پروا نہ  
 مت چھو دل کی کچھ کئی درد دوم کیساتھ — پیر مغلوم ہوئی کچھ خبر پروا نہ  
 قائم نہیں ہے محبت دوا پذیر — جون آئینہ خدیجہ امرا ایک دم کے ساتھ  
 جون میں ماقافد فانی ہے سفر سے — تما جان ہے یہ جان کا آزار دم کیساتھ  
 کس مدت میں بول گل ہوا غرق ہو میں — کیا جانے کہاں جا سکا آیا ہے کدھر سے  
 دو خادیمی زود اس دست میں ہون میں — کس دن نہ پہری گد مری نشت جگر سے  
 سر کھینچے اگر وحش تک تو بھی جیسا ہے — پالا ہے سے آئے نے خون جگر سے  
 مانند ٹکین چاہے اگر نام کو قائم — شرمندہ نہیں آدمی روئے اثر سے  
 شمس اور میت جو کے کوئی عمر سے — باہر نہ قدم رکھو مری جان تو گھر سے  
 نہ دیوار کے گر نکلا سنا ہے کہ نہیں — گو کہ سختی میں وہ دل سنگی ہو عالم سے  
 ہاں کی کاو غبت پوچھے ہے مجھے نامع — نالہ کرتی ہے ہر ایک خست فراق ہم سے  
 ہے ہوا خواہ سے سوزن اس سے نایک — یہ سخن کی گانا داں تو کسی محرم سے  
 رہ غشت کا کبوتر گھٹے تھو ہم ہی قائم — زخم دل ہے یہ پہلا ہوتے ہے کب مرم سے  
 — لیکن ایسا کہ جو نامع شب ماتحت

پاس میں تجہ غم کے ہم اپنی ہی غمخواری نکلی  
 بعد خط آنیکے تھا اس سے وفا کا احتمال  
 جان تک گذری ہے ظالم دل کی لکڑی کی  
 ایک دن تک عمر نے اپنی وفاداری کی  
 دل مار دیکھ دیکھ جلتا ہے  
 ہمیشہ زکریا کر کچھ آج  
 اس حکایت کے بیہوشا ہے  
 اب تنہا لے سے کب پہنچتا ہو  
 آپ ہی آپ دور چلتا ہے  
 ہاں اک انداز تو ملتا ہے  
 رات بوجھاک مرہ پیچے دالوں کو گئے  
 گرچہ یک عمر پوتی دیدہ گریاں کو گئے  
 عمریاں گزری ہے گل کلب غذا کو گئے  
 طلع دے جوتے ساتھ پرانا خاک کو گئے  
 ہونہ بکھنے کو کہ جی کیے درنا کو گئے  
 شے جو دیوانے تھے ترے سوبیا کو گئے  
 کہوں کہ وہ ابھی لیتے باغ میں گل کے  
 نہ تیل دیکھتا نہ تھی چراغ میں گل کے  
 کہ صبح و شام ہے گلچین سراغ میں گل کے  
 ہے شمع لگی غنچہ فراغ میں گل کے  
 چہرے پہ لپٹی زلف پرانگدہ کچھ  
 ہوئے جواہری دشت کی زیندہ کچھ  
 منظور گرسے لطف تو آئندہ کچھ  
 چل خود ہی بیچیں ہم اپنے سخن کی پانی  
 ملک دیکھ جو ہے پر خوں ہے کو کھن کی پانی  
 پہنچے نہ پڑے اس کو مہن کی پانی  
 دل مار دیکھ دیکھ جلتا ہے  
 ہمیشہ زکریا کر کچھ آج  
 اس حکایت کے بیہوشا ہے  
 اب تنہا لے سے کب پہنچتا ہو  
 آپ ہی آپ دور چلتا ہے  
 ہاں اک انداز تو ملتا ہے  
 رات بوجھاک مرہ پیچے دالوں کو گئے  
 گرچہ یک عمر پوتی دیدہ گریاں کو گئے  
 عمریاں گزری ہے گل کلب غذا کو گئے  
 طلع دے جوتے ساتھ پرانا خاک کو گئے  
 ہونہ بکھنے کو کہ جی کیے درنا کو گئے  
 شے جو دیوانے تھے ترے سوبیا کو گئے  
 کہوں کہ وہ ابھی لیتے باغ میں گل کے  
 نہ تیل دیکھتا نہ تھی چراغ میں گل کے  
 کہ صبح و شام ہے گلچین سراغ میں گل کے  
 ہے شمع لگی غنچہ فراغ میں گل کے  
 چہرے پہ لپٹی زلف پرانگدہ کچھ  
 ہوئے جواہری دشت کی زیندہ کچھ  
 منظور گرسے لطف تو آئندہ کچھ  
 چل خود ہی بیچیں ہم اپنے سخن کی پانی  
 ملک دیکھ جو ہے پر خوں ہے کو کھن کی پانی  
 پہنچے نہ پڑے اس کو مہن کی پانی

نہ لگا آتش مجھ سے نہیں ہیں بیاتے  
 باپوں سو کھڑے سب ہیں تھین کی پاتی  
 آواز دماغ دل میں گونے گونے کہ جیسے  
 باغ و نازن سعد ہم ہوتے چمن کی پاتی  
 قائم لکھتے اس نے کیا ہے شب کو دماغ  
 تیرے دن میں دیکھی سو دم اس سینے کی پاتی  
 سوختن شعلہ گر یہ مری چشم اگر کہے  
 آتش ہے نہ پانی کہ لب اپنا ترکہ  
 شب کو دشمن گر یہ ہے اور دن کو دشمن غم  
 اوقات اسطرح کوئی کب تک بسر کرے  
 پہلے ہی سو جہتی تھی ہیں لے شب فراق  
 کیا جانے یہ باتیں میں مستان میں کس نے  
 کہتے ہیں لوگ گایاں قائم کوئے گیا  
 مجھ جی تیری چشم کا چاہے کوئی  
 جھنکے کی جو ہر شکل سے بیزار ہے کوئی  
 چون تلخ گل ہے نگر میں میرے شک کے  
 میرا اگر اس چمن میں رداوار ہے کوئی  
 فیہ تیرے کس قیام ہی یہ ہنر  
 اٹال و مضطرب پس دیوار ہے کوئی  
 مرہا میں کس سے پراغت نہ بیچے  
 جی دیئے تو دیئے پرول نہ دیئے  
 شب غم سے مری جان ہی پر آن بنی تھی  
 جواہر بدن چہرہ سو بچھی کی انی تھی  
 شب غم کی دہستہ مری دشمنی تھی  
 جواہر تھی آنسو کی سو بیرے کی کنی تھی  
 بیدار ہے فراموش نسبت بے گنا  
 میں گشتہ ہوں اسباب کا تیرے شعلہ  
 یک طرفہ عرق بخول چاک گریبان  
 بے گریہ توجہ بے وقت جگر کا  
 قائم میں منزل دور کیا نیست ورنہ  
 ک بات پھر ہی بزبان دلنی تھی  
 مردن دشوار میں یہ جان بے تقوی ہے  
 مردن دل سے طرف سے ایکے انگ ہے  
 خون ناحق سے مرے ذہن میں کہ انفل  
 زور ستم کہنیے ایک دم بے یار نام ہیں  
 زور و شہت عادت کی مہینہ تو را ہے  
 آہ غم کی میری قی بے تاثیر ہے  
 کہانی آنچون نے کیا پیغام پریشی ہے

اہل دل بھی پردہ دار اور دینو مثال نہیں  
 شب ہو لگی پرستیوں سے ہون میں ساقی شعل  
 تھیں شمع سوز دل پر میری زندگی  
 جس نے دیکھا افسریت خانیکو میرے ہنسیا  
 یاد میں کس جگہ آواز دہن مہر و فانی  
 وہاں گل نہیں ہے کہاں دسترس ہے  
 بکا وہ میں نہیں کہ ہوں قفس سے بھر  
 ساقی نہ بیچ مجھ کو تو مستو کے حد میں  
 یہ ملے وہ نہ کہہ کر یا اگر کہیں سے  
 قلم میری غائب خوش آہنگ تھا یہ حیف  
 بسے طے زاپ تو ہم بھی نہ مر گئے  
 کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں یہ غلط  
 ہنسکا پر دل ہوں بال میں ایسا جو ہر طرف  
 صبا داب تو چھوڑ کر بچھیں جہن تلک  
 روٹی ایک اے مرزا شکار بس  
 جو طفل سر رشک ارغوانی  
 ہے رشک مجھے بنام پر یک  
 دو چیز ہیں یاد گار دوران  
 آدم میں میں اشک ناتوان کی  
 لے مل تو چمکے اس کے غم کو  
 کہ کس صورت سے جلوہ گر ہے  
 دیر لہو پہ چھہ تجھے قسام  
 کہ طوطی بند ہے تو پیارے

تینے شیشہ ساغری سرگوشی سے  
 آج تو کرتا ہے پھر تکلیف میں غشی سے  
 شمع سوز دل پر میری زندگی  
 ظاہر اکبر تل مائے تھی چاروشی ہے  
 ہے خگر نام سے قائم غراوشی ہے  
 تکلیف بر داغ کو لے ہو کس ہے  
 کیوں بیدار کرتی ہے باگ جلد ہے  
 ملک گردش نگاہی بتری ہے بس ہے  
 دہر کا ہی رہا کہ اندے باز بس ہے  
 داغ و زخم کے کیا تہ کیا ہم نفس بھی  
 کہنے کو گیا یہ سن دن گذر گئے  
 رنج و لقب ہی بنے تو دیکھا اب ہر گئے  
 اے ہر ماں پیش قدم تم کہہ کر گئے  
 چھوڑ گیا تب سے فائدہ جب ہاں پگئے  
 ایک کدے ڈوبو گی مل تہل تو پھر گئے  
 پا مال ہوں مری جوانی  
 کو تجھے کہے مری زبانی  
 تیرا ستم اپنی جانفانی  
 طکر دل سے آج کے زرد ہاں کی  
 صورت ہے ضرور میمان کی  
 اللہ سے نود بے نشان کی  
 تیس شاعری میری احسان کی  
 کیا پوچھیں ہے تری زبان کی

اک ڈہیر ہے یاں اکہ کا اور آگ دہل ہے  
 دل بچے مت ہوئی اب جان بلی ہے  
 مدفون کسی کشتے کی یہاں تشہہ لی ہے  
 نے جام بوردین ہیں نہ شیشہ بلی ہے  
 جاسے کلا ہے بات ہی داں ہے اولیٰ  
 اسیری کا مسگر و داغ بس ہے  
 گریاں تک مری تو دمر سس ہے  
 عیش نالان تو مانند جر سس ہے  
 ہری گڈے کے میں ہوں اور قفس ہے  
 مرا اس عکدے میں ہم نفس ہے  
 جس کے کانوں میں بہر نالہ نا قوی ہے  
 شمع سان اپنی لے آپ قد بوسی ہے  
 اے خوشحال مہنہ نکا جنہیں مالوی ہے  
 در نہ کچھ دل کی رکاوٹ کی بھی مجوسی ہے  
 شعر کہنے میں اسی مرتبہ نحوی ہے  
 اے شوق پر فشاں کہہ تیری کیا خیر ہے  
 اب لخت دل ہے کوئی یا پارہ جگر ہے  
 ہسنگ رگزر کا دوکان شیشہ گرہ ہے  
 ایسی ستم کشی کو سینے ہی کی پہرہ ہے  
 اتنا تو ہے کہ گھر دزدیدہ کیم نظریہ ہے  
 جز آہ و اشک جسکو نے برگ نے نثر ہے  
 کچھ رکا جائے ہے جی گویہ پیر کی  
 لے کر قہر تہی ہے عالم کو تضحائے کی

دل ڈہیر ہوا سینے میں مرو ہوا بھی ہے  
 کچھ بچے ہو سب آواز گئی بار  
 کو ہے ہر ترے گرت چلا آئے ہر شاید  
 ہے منت بہ محبت کہ کوئی آن میں ساقی  
 قائم نہ ہے کچھ ترے سامنے خاموش  
 کسی گشت گشت کی ہوس ہے  
 جنون کے ہاتھ سے گونا گونا ہوں  
 کوئی فنا نہیں دل تجھے گراہ  
 نہ پوچھو مجھ سے گشت کی حقیقت  
 بغیر آواز و افعال کون قائم  
 ایک سجدے کب اسی کو سوا کسی ہے  
 ایک شب میں نے تری بزم میں پانی پولا  
 یہ چوہید ہیں فصل کی ہوتی ہے غلط  
 موجب ضعف ہے گر نالہ رہا سینے میں  
 زلف کی طرح ہے کہیں نہ رہ نشان قائم  
 صد مہلے بان پیش کے نے بال بونہ پر ہے  
 اور دن گئے کہ دو بونے تھا چشم تر سے  
 غافل قدم کو کہیو اپنے سنبھال کر ان  
 کیا برق عم کے مد سے ہٹا ہاں پر کے ہیں  
 چشم بڑکے ہم کو بک سکیں کہ اسیر  
 ہون غل شمع قائم ہاں وہ نہال نہیں  
 لکھ اے کہ خبر لے کے دیوانے کی  
 سامنے سے جھکے عیالان کے تو محروم نہ کہ

آج کی رات تیرا جو اس گل کا دھال  
 ریت پتا ہے زبانِ شمع کے منہ میں لگیں  
 شمع کا ہونڈ ہے ہر جوتن حضرت قائم کو دیکھ  
 بات جب اس زبان پر آئی :  
 ہم ہی آئینہ دار تھے اوس کے  
 جہل میں اپنی آپ کچھ قائم  
 یارب وہ دن نصیب ہم رہا کہو بھے  
 بنو تو ہم شمع سے کرتا ہے جسک نقل  
 اپنے کئے سے آپ نہ نام ہو تو کہیں  
 اوس طرف وہ نگاہ لڑتی ہے  
 زور بستی ہے دلیں بھی لیکن  
 قائم آیا ہے پھر وہ بن بٹن کر  
 دل سے ہم بھی اپنے دل داغدار کی  
 شاید وہ پہل کر کہو یاں بھی قدم دھر  
 اتنا واؤ گشتہ بیدار کیا کرے  
 غم و کیسا تھ شیریں تر غلط فہم  
 سوئے نے میرا خون کیا خشک جلتی قین  
 میرا پتلا مہر طرزدلے ناز کیا ہے  
 حوشِ مہر کے آپ دل کو یاس آئی ہے  
 پھر سے زمانہ جہانک سے ہے یا نہ ہے  
 غمک لائے ہے تو ہم کو ایک یہ دور ہے  
 بخوار حیف کہ گھٹیں ہے اس کے گسترخ  
 خزاں میں غیز مروت ہے چھوڑنا گلشن  
 شمع روشن کروں میں خاک کا پرانے کی  
 کیوں نہ پروانہ جلے بات ہے بجانے کی  
 اینڈ تے ہو گئے کہیں کچھ میں بیٹلنے کی  
 سنے عریانِ فسان پر آئی  
 یاں جو طوطی ہیاں پر آئی  
 کیا بلا اس جوان پر آئی  
 دلت سے اس کے دل کا ہے تازہ بھے  
 کیا راس کے بھی تو کریں وہ رو بھے  
 اتنا بھی موت جنگ کرے تند خوب بھے  
 کہو اید صر بھی آن پڑتی ہے  
 یارب نہ لون امڑتی ہے  
 دیکھیں کس کس سے یان بگڑتی ہے  
 یکچند خوب سیر کی باغِ بہار کی  
 کیاں کہ زمین ہنسائے خرو کی  
 جو قتل ہو چکا ہو وہ فریاد کیا کرے  
 یہ کہہ کے تیری دودی میں فریاد کیا کرے  
 تاثر مجھ شستر نصت او کیا کرے  
 خدا اجانے یہ کیا بکسے وہ مست ناز کیا ہے  
 عجب زمانے نے مجھے تلخ شاتی ہے  
 کہہ کے پھرنے نہ پھرنے سے کیا خدا پھرے  
 کہ بلبل سا کہیں آپ ہی ہیاں پھرے  
 میں جس قہقہ میں یہ چاہوں تاکا ابلبل پھرے  
 ہم اور ہوائے چمن جب تک ہوا نہ پھرے



نمک ہے گرہ آویختہ بہتہ قائم — جیتے ہی کہیں بالید رہی تیرے  
 لے کر دعا کر کہ شب غم بسر آئے — چند ہر کھٹک میں خون بگڑا ہے  
 آئے نہ کیا آپ ہے تجھے جو دیکھے — اب تک اب اسکی دہن بچا بہر آئے  
 قائم نری سہ عمر گئی ہو دل میں — لے لئے وہ اوقات کہ جوں تلک باہر لے  
 جب میں دیکھا تو اس دل میں کیا — یہ نیا چاؤ محبت کا بیت دیکھا ہے  
 نیا ہر لمحہ ہر داغ کہن ہے — بہار سبز رنگ صد مہین ہے  
 رہن کو نہ ہاتے بات کہتے — باری جڑی ہی میں سخن ہے  
 یہ محلوے پہلو دیکھیں تو بائے — جن کی سارا دیوانہ پن ہے  
 شہید غزوہ خونریز ہون میں — بکھے کب حاجت تیغ و کفن ہے  
 وہ گویا زخم ہے چہرے پہ قائم — فقط جو بے لطف سخن کوئی دہن ہے

## دیوان قائم نمبر ۱۱

ہر گز نہیں مقدور تری حمد زبان کا — بر بان ہے دعویٰ کی مری عمر بیان کا  
 جب تک کہ ہے تو میں ہی نیرے ساتھ ہمیشہ — جون موج کرنت لازمہ ہے آب و نال کا  
 لے عشق میں سے دل پہ تو بوجہ رکھ اپنا — ہر شغل نہیں اس بار کران کا  
 ملک خبر ارادت سے برہن کی بھر سچ — کیا کم ہے خدا سے تیری ہنگامہ بیت کا  
 دل پر دل میں کہہ مرز حقیقت کہ مبادا — محرم ہو کوئی غیر تیرے راز نہاں کا  
 لے فاضل فرمت ہے مہین مفت نظیر ہے — پھر فصل بہار تو نہ موسم ہو خزان کا  
 پشیدہ ہے جان و وہ ہر ایک بگ میں قائم — دیکھ تو اگر نور سے گلزار جہاں کا  
 مقدور کسی گفت میر کی رسم کا — ہر دم ہے دم تیغ پہ یہاں راد قلم کا  
 گلگشت در عالم ہے جو کیونکر وہ نشی — زبیر جو کوئی تیرے کہنے کے  
 زخیر خاندان کو نہ مقصد دیکھ پہنچ — جو یا نہو یہاں جو تیرے نقش قدم کا  
 گیا دور جو شش آریں ناز و یاس — جس رند نہ شافع ہو تو اعمال نام کا

یا غم میں گرہ پٹنے سے قاتل  
 دل ہائے انکی زلف میرا ام رو گیا  
 جگر سے میں ہم جہان کے بہانے چھوٹے  
 ناچنے کا اپنے سبب اس غم سے پرچہ  
 آفت تو دیکھ توئی ہی جا کر کہاں کند  
 نے تجھ پر وہ ہمارے حق اور نہ ہاں حق  
 قائم تھے سب انکی زبان سے جو تھے فریق  
 پروہ کے قاصد خط میرا اس ہزار کیا کیا  
 کہے مرنے میں چہ نہ بھی واقف ہے کہ صبح  
 قائم اس دم سے شب غم میں نہ آتے تھے  
 دوسرے کب مرنے یہ جسکو نہ کیا  
 دلوں سے طوفان گرہ چٹا ہے ہزار  
 غم کی غم پٹی گئے سے منصور  
 ہے دیوار دوست ایک مدت  
 بچ کر اب کی طسہ رہنے  
 کو دنیا پر اسپر کے ہاتھ  
 دلوں دنیا ہی خوب تنہا پرینت  
 بار بار دل گیا اسکی رہے  
 دوسرے یہ بھیچے پور کو قائم  
 کیا میں کیا اعتبار میرا  
 لاش تلک ہے کہ اب پھر مرنے غم میں  
 خدا ہے تجھ میں غم میں نہ کھلے دلائیگا  
 وہ اپنی تجھے یا موت دیکھ صفحہ کی غم

بھروسہ کو کہہ دیا ہے تو غم  
 درویش ہو کر کہہ کی شام نہ گیا  
 مقصود تھا جو اپنے نہیں کام نہ گیا  
 جلدی سے باغیان کے جو غم نہ گیا  
 کہہ دو اپنے ہاتھ سے جہاں نہ گیا  
 کہنے کو نیک و بد کے یک الام نہ گیا  
 ایک جہ جہاں میں کہا نیک و شام نہ گیا  
 کیا کہا پر کہتے مہربان نہ کیا  
 گرنے کیا پوچھا نہ شام نہ گیا  
 کیا بکوں تجھے کہ اوکو بہانے نہ گیا  
 نجی نالہ بنے پر نہ گیا  
 چنے پر ایک خرو کو تر نہ کیا  
 لیک اوکو برا شور و شر نہ کیا  
 ہم بھی کافی ہے نالہ سر نہ کیا  
 گھر سے باہر کہو سفر نہ کیا  
 جب کہ بنے یہ درد سر نہ کیا  
 بنے یہ سوچ پیشتر نہ کیا  
 پر تعید میں چشم پر نہ کیا  
 بند گھر کا میں آپ درد نہ کیا  
 خواری بس اختیار میرا  
 میں چاہا جسکو کچھ کم ہوتے دی سے غم نہ کیا  
 میرا دل میں لوم ہو کے لے گردوں میں نہ کیا  
 کہہ آتے تھے کوئی نہ شرمٹے لنگوں نہ کیا

اکیس مئی کوئی دل ہے کہ گزرا تیرا میرے  
 جس میں قائم کو گزرا غمات سر بندی کا  
 کو کے جسم ہے بہاں ناک پر آنسو کیون ہے  
 تو پہل کس واسطے ہر نقل سے پناہ توں چکا  
 دیانک نے ہیں عزو جاہ یا ندیا  
 کہو سنا ہے تو ہیں کا حال ہوں ابلیس  
 میں وہی دم کا یہاں غرضوں پہلے قائم  
 نئے شہر اس بشارت خفا کا  
 پہنچ وہاں بخودی میں ہم کو خیال  
 سننے کس سخن کو دل سے نئے  
 تو میں کہو ہمیں ایک دم ہو ا  
 محنت تہمت بھی دین کہو آرام دیا  
 کب ہوئی مح کہ میں جس طرح یہاں نہ پنا  
 سادگی دیکھ کہ میری جھنجھویدہ مال  
 کیا گشتی طالع سے کہ بل تکتے ہیں  
 دشمن دین ہے وہ ساک کہ نہ بنے قائم  
 کہو جو سخن تمام اپنا  
 اللہ سے جذب الفت دل  
 بریاں بیچے ہے تو فاضل بختم تم جینا  
 تیرے فراق میں مرگ گیا ہے یہ مقدمہ  
 کسی سپاہی پر کہ نہ بیکر دل قائم  
 صبا بیکر گشت نیک جاتے شت پر لیا  
 فن سرور کہ چتے ہیں باز در محبت میں  
 کش کش جج سے کہ کوئی مقدور چلا  
 طلب میں غمت دینے ست کہو عروہ مذہ

کو کے جسم ہے بہاں ناک پر آنسو کیون ہے  
 تو پہل کس واسطے ہر نقل سے پناہ توں چکا  
 دیانک نے ہیں عزو جاہ یا ندیا  
 کہو سنا ہے تو ہیں کا حال ہوں ابلیس  
 میں وہی دم کا یہاں غرضوں پہلے قائم  
 نئے شہر اس بشارت خفا کا  
 پہنچ وہاں بخودی میں ہم کو خیال  
 سننے کس سخن کو دل سے نئے  
 تو میں کہو ہمیں ایک دم ہو ا  
 محنت تہمت بھی دین کہو آرام دیا  
 کب ہوئی مح کہ میں جس طرح یہاں نہ پنا  
 سادگی دیکھ کہ میری جھنجھویدہ مال  
 کیا گشتی طالع سے کہ بل تکتے ہیں  
 دشمن دین ہے وہ ساک کہ نہ بنے قائم  
 کہو جو سخن تمام اپنا  
 اللہ سے جذب الفت دل  
 بریاں بیچے ہے تو فاضل بختم تم جینا  
 تیرے فراق میں مرگ گیا ہے یہ مقدمہ  
 کسی سپاہی پر کہ نہ بیکر دل قائم  
 صبا بیکر گشت نیک جاتے شت پر لیا  
 فن سرور کہ چتے ہیں باز در محبت میں  
 کش کش جج سے کہ کوئی مقدور چلا  
 طلب میں غمت دینے ست کہو عروہ مذہ



بچے چننے تلک بخت اس کو نہیں لیا	سایہ بزمِ حیات
نہ ہوا لگا کر لگا کر کوئی نکت جگر لیا	پیاہ بزمِ حیات
میں گد دوسرے پر ہوں اگر حنہ ہونڈ کر لیا	سایہ بزمِ حیات
بھلائی کی کن بہ عی تو کیا تو جس پر لیا	دوسرے کوئی جاتا ہے خالی ہاتھ بول لیا
سب کیا اُسے پہ کچھ فسک ہل لیا	بہر پادشاه کا کچھ بدخ نے چار لیا
ہے او سیسکر سراطہ تھا لا	کس خند سے یہ گھر کے اندر بیر لیا
گھٹنے کے تین گیس کے کسی نہ بھلا	امداد میں اس وقت یوز کا ہوں ہلا
کب جو سے ہر آگ کی گرمی کا مذا لا	نیکل ہے تب عشق میری جائے بد نے
ہوں چاند سے تیرے پیر کو سرخ و خلا	خود نیکو کب اس عشق سے ہونو یاں
بہر مھر سنہ کا ایک ہوتا ہے قبا لا	ملا وہ ہے جو ہر داغ محبت سے مزن
لے گی بھی بد اوس جوان کی ادا	چیم دگش میں سب بتانگی ادا
تین یہ کیوں صرف راہیچانگی ادا	ہم نہ تھے یک ہر غیر کو سرا
ہے بھی ہے ایک سو شاعری ادا	کرنی عاشق پہ محبت اے قائم
لینے جہاں و تھا کہے کہ کو چل تیل کب	ایک بد لے ہیں نہ بچہ نیدہ پنجاب خواب
ہاں قصہ غرابی ہے نہ آہنگ خرابات	چند سخن سازی نیرنگ خرابات
ہم حرکت عشق پہ چناب میں مات	زلف دیکھی عشق کسی کی خواب میں مات
یہ عہد ایندہ ہے جو آفتاب میں مات	طہس کے کھڑے ہے زلف کو ملک دیکھ
رو گئے ہم ہی کچھ حجاب میں مات	بے جہا نہ وہ لا وار دتہ
کچھ نہ بولا وہ دگی اب میں مات	دک بزد سے ہم کب سیکن
صاف کاٹی ہے جھنہ خواب میں مات	دن گذر رہی نہ کیوں قائم
انہی رات ہوئے ہم غم میں ترے خود معش	مجھ پہ کہہ کہ عشق سب سی دل زار معش
گذری تجھ حد میں نہ آج معلوم کے بچ	لغزبیت نہیں نہ ہی بد کاٹی حد کے بچ
یہ چال ہے تو کون سی آرام کی طرح	گوشش میں ہر میں ملت دن الام کی طرح

شرفی ہے کوئی کہ چینی پردہ ہے چشم  
 ہاں تو دنیا میں ہر ایک کام کا استاد ہیں یہ  
 یہ بیان نہ کہوں آنکھ تو یاد ام کلید  
 یہ کہہ کر آپ میں ہیں وہ کو یاد ہیں  
 اب تو سنے گی نہ گلستاں ہے یاد  
 ہیش کہے قطعہ جہان  
 خزاں کاٹے حق ہو دیو کے ب  
 متصل مع دل جو ترپے ہے آج  
 میں آجے اشک کو کیا دن  
 گل سے کیا منتظر ہوں اے جہل  
 آہ اے پر چہ رخ قمر نام  
 کتہہ سجدہ شریں تیرے نام لایہ  
 ساتھ دیکھے کافی دو کہ تجھ میں یہ بات  
 غنچہ صاف جب لطف سکھ ہے قائم  
 برہم تو نہیں ذرا گروہ گر ہوا ہے  
 حوت کفر و دین پہ ہے کیا مضر  
 غیر و شر کو تو بھگداناں کہ اب  
 ہر نہ زاد منکر اعمال غفلت  
 فیض حق آتے ہیں پہ پہ پہ  
 چاہے قائم جام تو حافق کی مسرت  
 واقف نہیں ہم کہ کیا ہے بہتر  
 کس سے کہوں حال بد کہ وہ آپ  
 ہر عضو ہے دلفریب تیرا  
 جانی ہے نسیم ہوس گلی کو  
 قائم جو کہیں ہیں ندر سے یار  
 کیوں صبا تب کو : زبان ہے یاد  
 کس کے سینہ میں پر فشان ہے بد  
 آپ ہی اس غفلت کو مدان ہے یاد  
 بھگو وہ آفت خسروان ہے یاد  
 یہاں جو رہتا تھا ایک جواں ہے یاد  
 بپ وہ گذری تو ایک پڑ ہے کام لایہ  
 بوسہ اس بگ اورا ہے کہ دشنام لایہ  
 گرچہ ہیں شر کے واقع میں سب تسلیم  
 کیوں صبح ہوا آج ہے ذخیر ہوا  
 ہاں دلا خدا مفاہیج اکہ رنہ  
 خاک کو نایب ہے آتش کو مضر  
 ادس کی رحمت کا اگر سے تو مضر  
 بچے تو یکدم تو فاضل منتظر  
 کہہ الا یا ایہا الساقی اورد  
 جس نہ کہ تیری رضا ہے بہتر  
 کچھ مجھ سے بگا جانتا ہے بہتر  
 کہے کہے کو نسا ہے بہتر  
 ادب کے تو قافلہ ہے بہتر  
 دسک تو ہے ریختہ ہے بہتر

وہیں نہ گیلو آئے انوسس یہ مات تو ہے اپنی جائے مرس  
 نیٹے تو دیا میں دل کو میسکن یہ چار نہیں اب مراے افرس  
 ہر گشتہ میں وہاں کو بس جگہ میں کوئی نہ کسی پہ کہاے انوسس  
 چل کھس اگر نہ سہو ہوں میں یہ کام کوں دماے انوسس  
 چچی ہوسے الہا بزم نے یہاں چوٹا ہے بکے براے انوسس  
 قائم وہ محس کہ ہمد نیرے یہ خلق کہے کہ ہائے انوسس  
 جانتے ہاتے جا بگا سروہ سینہ کاغزیش ایک دن میں کہے بچے پیسے غزیش  
 اس نگاہ بادہ پیاسے دلا گری کر مار ڈالی ہے شراب تندہ بچے کاغزیش  
 ہائے ہائے چوٹا سر کس سے تو قائم کیا رنجڑا ہے ملک مارین کو پیسے کوغزیش  
 ہل کے سے غم کے رہی شب پاس ۱۱۱۱۱۱ رحمت آفرین شاہش  
 دھکے محبت بنے سر کیم کے بکے میں تو اپنے غریب تو راہش  
 خود وہی سوزد طلب قائم — واسے برمانتے کہ ہو قلاش  
 دلاؤں آفت جانے تو کہہ تو کہی اخلاص بددستی سے بھتا نہیں ہے اخلاص  
 دلیسے منت تو پیا بھ دیا نہیں جاتا میں کہہ تو دیکھ دن شفقت کم فافلاص  
 نہ جو بات ہے سے پیر ہر قائم کو کہ پھر نہ پابگا ایسا مرید باخلاص  
 دیکھی میں تیرے چشم کہ بارک شب نہیں کہ گرمی دے سی تو اتر میں جب نہیں  
 دوشنہ سے شروکے ہو رنگ میں کبریا ترابی نہ گراں باروئی ہمام خشنہ نہیں  
 لومشق کا اخلاص کہے جسے قائم — چہتی ہے اس انداز کہ جہاں کی نہیں  
 چوری گئی بہتہ ہے کیسے ہم اخلاص — باہر گونگے ہے میاں عالم غلط  
 لبام یک زبان رکبتی ہے شمع — کب تر اس بیان کیستی ہے جمع  
 مدیر غزوہ کہتے کہ ابرو کی ہے تین ہاں تو ہی آفت ہے گئے تر گئے تین  
 مجھ گریہ سے ہو کیوں نہ وہ خود خوار کرد بندہ چاہے نہ نہ کار جو غم بچہ بچہ  
 تا کہ کوئی اعفص محبت کی کب آگاہ — میں شمع جو پکڑ عمر گئی بس سوتہ تین

کچھ پہلے حال ہے کہتے ہیں تاسف  
 نہ گریہ پس قافروں نام ہے اک بار  
 عاشق غایات کرم مہر تعلق  
 یہ خستہ بھی پہنچ جائے جو کرم ہر وقت  
 خاموشی بھی کچھ مسرورہ لطیف ہے کفایت  
 گزرا پڑے ہمیں نہ قصہ نہ تکلف  
 پس اس خلاص سخت ہے تکلیف  
 تاکجا خاطر و وضع و شریف  
 اب کی اگر جنب ہے انہماک اشتیاق  
 کبھی کبھی سب معایب آوارہ اشتیاق  
 لے جو شک میرے دیدہ و متناک نہ ہوں  
 منت میں تھے ہیں تھک یہ ہر خاک نہ ہوں  
 پڑے ہی سے رنگ کی ابکی ایاغ گل  
 جھکے ہے مثل شد ہر ایک جو سرور گل  
 مرنے سے آہ و نالہ کرنے عذیب نالہ  
 فدا ہوں میں کہ جو نہ پریش و داغ گل  
 مرنے کیوں نہ ملے دل سے دم سرو و اطلاع  
 قلم ہے کس کی ہو کی ہے درد ہزہ گز کر صبح  
 متل ہو تڑپ ہم گرفتہ دلوں سے کشا طبع  
 ہیں شرمگان دما نہ البتہ چشم باندہ لازم  
 نہ خم نہ کچھ عجز زلف اس چہرہ گلہ لگے لگے  
 شب اس کے گل چلا تھا میں سو ہنس کے پلک بکھنے  
 فتنے قلم تو دل اس مل آتش رنگ کو بکھنے  
 ایک جاگہ نہیں ہے بجے آرام کہیں  
 شرم نے جو بیتی کھنڈ جگر کی کہو دی  
 اپنی موت میں سے صرف تو ساقی معلوم  
 تنہی کی دلی طلب ہم بھی کہا دیکھنے و دیکھ  
 مگر قصیر رہی جا ہونگا میں جس ایل  
 ورم کہہ کا تو قلم تو کیا ہے سیکھ  
 کوئی منت کہو یا کوئی مجبور ہمیں  
 شب کس سے ہم جدا ہے ہیں  
 درازی رات کی ہے مردم ہیز کو لازم  
 پرستش ال کی ہے فرد کو گذر کو لازم  
 کہ میں باتیں ہی اس عجیبہ دوست کو لازم  
 کہ پہنچا آگے شعلے سے ہے ہشمار کو لازم  
 ہے مجھ حال میرا صبح کہیں شام کہیں  
 ان یگیں کا تو نہیں سننے ہم نام کہیں  
 کاش پہنچے تو وہ درد و غم کہیں  
 یوں یہ فریادیں ہوتی ہیں سر اسہام کہیں  
 ملک تو خاموش ہو بیٹے سے اور شام کہیں  
 رہیں گے کیونکہ وہاں جا رہے اور کہیں  
 ہم تو واقف ہیں کہ اصل نہیں مقدر کہیں  
 تاج نیت خفا رہے ہیں

آنکہ تو اگر نہ پاس سے  
 ہم آجے آج ماسے ہیں ۛ  
 پیش ہیں ہر غولش کدھر  
 ہر اندیشہ اٹھاسے ہیں  
 اسے استی تو کچھ نقش باطل  
 ہم ہیں تو اسے شاعے ہیں  
 پر عازم گریہ ہوں کہ طوفان  
 جل اور نظر میں چھاسے ہیں  
 دنا چاہی تو قسا غم  
 ایک خلق کو ہم ڈوباسے ہیں  
 کن چاہے بتاں تھے مار تیش  
 ہر تنگ نرم کرد اسدلی خارا کے تین  
 دیکھی وہ کچھ دل کو ہمارے کھنڈ  
 آئینہ چاہے خواں خود آرا کے تین  
 قاتم اس بزم میں ساون کو چھنڈیا  
 شربت رنگ کی اس جام گوارا کے تین  
 پس پائیں زیت ہوئی روم کی تیز زب  
 دریا زرف سے سہلے و بجا کے تین  
 ہے جو کچھ ہوش تو کہ وہ عبرت ملکہ  
 دیکھ کر حالت اسکندر آرا کے تین  
 گل لے آخرب نالہ آج نہیں  
 آج ہنگامہ ۛ مزاج نہیں ۛ  
 حیر اس کے کہ خوب رستے اور  
 اب بھی قیمت ہے دلی گوشہ چشم  
 حیر اس کے کہ خوب رستے اور  
 کنذرات اسے طیب کرے  
 میں تو قاتم کہے تہا ہر سہ کراد  
 دلی ملک ہے یہ زجاج نہیں  
 جو کوئی در پہ ترے بیٹھے ہیں  
 دلائل عالم سے پہرے بیٹھے ہیں  
 دہائے اس دل ۛ جو چھین لیا روزینہ  
 آو اس بیٹے سے کس نیل کرتا ہوا نہیں  
 خدمت دہر و دم کی میں جو کھر تو کیا  
 مدد دلی تو ایک شرف اندوز نہیں  
 قاتم ہر چہ سے طلب اس کی کدھر کچھ  
 یوں وہ نادان ہے برتنا تو بدنام نہیں  
 بس نے طہیات دل سب بیاں توں نہیں  
 جو اکی سانش لی تو نے کس کی جان نہیں  
 کہ کبے اثر الفاس سرور ہوتے ہیں  
 مجھ سے کیا کوئی سب بیاں دہر نہیں  
 ہوس ہے عشق کی بل بہ کہ ہر توں ہاں  
 مجھ سے نام موت کو ہر توں ہاں  
 جو اصل کو پہنچے ہیں وہ دلی توں  
 جو طہیات سب کی صورت ہر توں ہیں



عشق میں : محو مجھے زور و فتوئی تہ بریں  
 ہمارے تھے آہ آہ بہتے تھے  
 وہی آگ پانی میں کہ کسی کے عکس چپا تے  
 سنا ہے تین نہ گوش لطف سے احوال کو میرے  
 گریاں کی تو کہ نہ توں نہیں ڈرائی ہیں  
 آپ جو کچھ تہرا کرتے ہیں :  
 ہر فرشتہ کی انگلی جس جا میں  
 گو کہن نام ہیں ہم لے مینا د  
 چپے تمام کر فغان اپنا  
 ترک و ناگرم چہ عداوت نہیں  
 ترک کر اپنا بھی کہ اس راہ میں  
 نام ہی تمام کا گیا ہے نکل  
 جسکو ہستی وہ عدم جانتے ہیں  
 شاہد خوب و مکان و لہجہ  
 دل جو تاج بند اپنے تمام  
 دور اوس گل سے بلکہ دلخ ہو نہیں  
 بر نہ ہوتے جسدا کہ جادو و صفت  
 منت ہیں تمام غموش کیا جانے  
 میں اس انصاف تیری یاد میں لڑا کرتا ہوں  
 جہت تب چہرے سے جو تم دلی غصہ کافی ہو  
 موجب گرم کہہ دینے تو کیا حاصل ہے  
 بیش ب کا تو معلوم ہے بے دشت م  
 قائم کیا بات میں بیٹا ہے تہا ری کین  
 جسکے ہر جگہ گویا ہے ہوں لکھتے ہیں  
 پکلی جانے وہ اب کیہ حرکتیں نال کی تاثیر  
 کہ ہر گز چمک ہی نہ ہے دیا میں شہین  
 بہرگی ہیں درہم خاموشی میں اپنی لکھتے ہیں  
 یہ خاطر میں اسدن ہوئے جب سے کہ چہرہ  
 کیے جسم اعتبار کرتے ہیں :  
 جعفر ہم کنار کرتے ہیں  
 لیفتا انکار کرتے ہیں  
 دیر سے انتظار کرتے ہیں  
 پر ہستم بسکی طاقت نہیں  
 ہر کوئی شایاں رفاقت نہیں  
 در نہ کچھ ایسی تو لیاقت نہیں  
 ہے وہ کچھ اور ہی ہم جانتے ہیں  
 ہم بھی حور و ابرار جانتے ہیں  
 ہم اتنی چہرے پہ ہم جانتے ہیں  
 رشک چندین ہزار و بالغ ہو نہیں  
 منزل عشق کا سراج ہو نہیں  
 کس تہیت کا چسراغ ہو نہیں  
 زور و واقف نہیں اب تک میں کی یاد کرتا ہوں  
 دل پہ میں صفت دیا جا ہے غضب کرتے ہو  
 تم عبت کا ہر کہ تہیت صعب کہتے ہو  
 کہ کیا عجب کہ عا تم نہ لب کرتے ہو  
 ہر شش حال تم اوس خستہ کی تہیت ہو

آگے چہاس کے ذکر دل زار مت کرو      سب غیریت ہے جس سے کچھ اظہار مت کرو  
 جائے جو نصیب میں ہوتا تھا سو ہوا      یارو خدا کی واسطے تزار مت کرو  
 آئینے کے پہلے تنگ سج تو دیکھ لو      ملنے کا غیر کے ابھی اظہار مت کرو  
 کب دل نے مضطرب کیا اضطراب کو      کس دن نہ پنجاب دیا بیچ و تاب کو  
 دل تو کہے سننے سے بھٹتا بھی ہے کہہو      جو کچھ کہو سو دیدہ خسا نہ خراب کو  
 قائم خاں کے واسطے بدستیں یہ چوڑ      بدنام اس سے زیادہ نکر تو شراب کو  
 اگر دوسے میں تو مشترک باہن تدو قیامت ہو      ہمیں جو اہل قیامت اور انہر ایک قیامت ہو  
 خفا رہتا ہے تو اس بندگی پر مجھے کیا سننے      کریں ہیں پاس اوس کا جس تک مٹا سلامت  
 بہت چاہا میں دل دیکھ نہ اس کے غم کی      چٹائے سے وہ کہتی ہے جھٹال کی شدت  
 میں اپنے واسطے بنانا کد پیا سے پر عاشق کو      نہ تانگ کر جس کا مل آخر نہامت ہو  
 پرانہ جو تہہ پر قائم تھی سزا کردار کی تیری      نہ کہتا تھا میں اس بیگانہ غم سے اشتیاق ہو  
 سنجی تھے نہ بھایہ کرامات کی راہ      کیا قیامت ہے نکلتے میں خرابات کی راہ  
 کچکے آنے کو بھلا رات گئے تم کہ میں      اب تلک تھے میں پہاں بیٹھے ہمیں ملی راہ  
 کن پہاں دور کا طالب ہے کو کے چائے      پر کہہ کہہ تو چکیں آپ دارا کی راہ  
 چپکے چلا تو را کو چہ میں اسکے قائم      وضع اب کیجے گوئی اور ملاقات کی راہ  
 چلتے ہو گر خواہ خواہ      فہما بہتر بسم اللہ  
 کب شب دیکھی جسنے وہ زلف      لاکھوں دیکھے روز سیاہ  
 اتنی قوت ہو جلد نسیم      ہم بھی چین تک ہیں ہمسراہ  
 کو دے ہے دل پر برق سی گنج      پیش نظر ہے کس کی نگاہ  
 قائم سے کیوں ہو ہے خفا      بندرا خدام دولت خواہ  
 نہ ہم ملک کے کہہ رو درنگ سے چوٹے      پڑے ہو ہر میں جو کام نہنگ چھوٹے  
 خطے تہائی وہ کہڑے کہ صفائی کہا ہوئی      وہ نش کید ہر گئے وہ میرانی کیا ہوئی  
 قتل پر میسر تجھے کد چاہئے      خوب ہے یہ اپنے کا ہر چاہئے

محمّد وہ چوں میں کہتے ہیں وہ دل میرے — کہو کیلئے ہے جاں ہیں یہ عزیزان میری  
 کہیں شے ہوں گے از محبت میں گل کے — کیا نہ ہے چنگ کی اس طع جل کے  
 کیا احوال ابھی نہیں اغیار ساتھ ہے — ڈریے خدا سے ملک پہ گنہگار ساتھ ہے  
 زلیخا رات اذیت حق عشق کی تبکی — میں کیا کہوں کہ سحر کن دگوئے میں شب کا  
 گہریر شیشخ و گاہ مرید مناں ہے — اب تک لا آبرو سے نہیں ہے جہاں ہے  
 مبرور قرار و جوش دل و دین تو رہاں ہو — ہے ہمیشہ یہ کہہ تو بیلا ہم کہاں ہے  
 دل میرا دلچسپہ بیکہ جلتا ہے — شمع کا کسبہ دل چمکتا ہے  
 اک کہہ کشتل آں بجلیے میں عریاں آنے — پہاڑ میں سینہ ہی کو ہاتھ لائے گریاں آنے  
 یہ بندہ کدوئی سے زار کو عشق ہے — کین میرے ہی تاس کے لائے کو عشق ہو  
 یہاں سے انیش باز وقت جگر لڑے — کیجیے کیا جان میری عالم دور ویش ہے  
 دل سے لکھ کر تراوندہ نیا مسنون — مہر قرآن ہے سر کھینچے ہے سر موزن ہے  
 اس دلی خوبی روئے اسے سر مایہ ہے — سچ ہے کہ وہ بچے سوا ہو ملک ہو  
 نہ کہ رہ دعا کہ کو شب غم بسر آئے — تا چند ہر ایک خاک کی تر میں جگر آئے  
 ناشرفی نگاہ تیری گرم ناز ہے — میدان سپید پیشکش تر و تاز ہے  
 نے ناند و عشق ہے نہ تعلیق نہ ہے — دل کو جہ لہائے جد و کچھ اور ہے  
 غلامے چند کہ منزل حق مجھ لوانے کی — کی بار کو نظر اس او جگر کی ہی بیا نیکی  
 جب میں دیکھ ہے تو میں دل کو کھینچ جائے — یہ نیا جو کو محبت کا ہیں دیکھا ہے  
 سر پا جو کہیے میری اندوں نقات کشی ہو — کہ دن گل کے گزرتا ہے تو گر کر رات کشی  
 ہندو شوق میں بفرور باقی ہے — بھی ہے آگ تو کین شہر باقی ہو  
 خدا ہی حافظا اس شہر گشتی اس شرفی و شکی — بڑے کام جہ کو جیلد کی فتح جلی ہے  
 ہاں یہاں ہمیشہ تر رہیں گے — عالم خراب کو میں گے  
 حق جیوں کہ گھر گھر کی پرستی ہے کہیے — خوب سی ہے پیچھے اور دیر سستی کیجیے  
 کسی حجاب غیب را جو ہے نہ فساد — ہے بس جو کامہ سر سے کلاہ سر پہ ہے

سحر چوئی سات جی تے چہ شیشہ میں مین پائی — اور کاش و نا و سدا لایا ایسا الساقی  
 ہر زہر شوق میرا زہر جو بہو ہے — بھانہ میں یہ اہستہ میں ہوں پھر تو ہے  
 کیا دل غمزہ ہو گا تو جسے شاد کرے — تو بڑی بندہ بازی جو کچھ یاد کرے  
 دیکھتے تیرے میرے اُسے لگا دلا کر لگتی — کام ہی مل بکھر جوات ہی سب بکھر گئی  
 کس دل پہ طغ غم نے نہ تیرے ہمار کی — اللہ سے وہم اپنی برس کا روزگار کی  
 رخت ہو تو نہ دلوں کے ہم یوں چلے گئے — کب کے ہم آجے ہے جن تو پہلے گئے  
 اس ہرزہ کی گٹ سے کہ ہو رہ گذار پر — پاؤ نہیں یک جہاں کے پس ہم نے گئے  
 قائم شباب ہم کے مناسب تھا شوق فقط جانے سے اب یہ کام نہ وہ دلوں گئے

## ضمیمہ دہ قائم

نما کی ہیرا تری تیج جفا ہے  
 اسے شکستہ تالانہ خبر میری کہ یہ ملک  
 تھماں ہے فلک اپنی تندی پر مری پاس  
 پرچو تو طہیان جہان سے کہ بجز درگ  
 نامستی کا احوال تری آن نے کیا کوشش  
 پہنک شکستہ جہاں ہے دل خاک میں کھینچ  
 قائم تو غزل در غزل میں بحر میں اب کہ  
 ہر خط ہے بیداد ہر اک وقت مفا ہے  
 چوڑے زہری برقی ٹو غرمن طاقت  
 عشق سے جو کہو ہوش میں آتا ہے تو قائم  
 کچھ آپ وہ خواہاں بنوا اتنا مصلح کا  
 بیکر کے تہ کوئی اس شوق سے ہا کر

ہر زخم کلا تن پہ سوز و دست مصلح  
 آتا ہے کوئی آہ کا جو کلا ہے ہوا ہے  
 آجائے جو ایسے میں وہ ظالم تو مزا ہے  
 کچھ اور بھی آزار محبت کی دعا ہے  
 پیرا بن گئی صبح کے ماخند آتا ہے  
 کیا جلتے کس کی یہ نگاہ ہوا — اگلی ہے  
 جوں صبح جو کچھ طبع میں نہ مینے آج ہے  
 نے شرم و مروت ہے نہ یہاں ہو دو فاج  
 غمزہ وہ تری چشم کا کچھ ہر شہر ہے  
 کہتا ہے کہ سر پہ کچھ ہر سو بجا ہے  
 خدمت و زاری — میں دل سے کہہ رہا ہے  
 ہر ایک سے کر غم تیرے حق میں بڑا کر

نشان کی کلمے و صفتنگی  
 وہ بدل تم کہ جہاں لطف ہو اس کا  
 یہ عکس پذیر آئینہ مسح میں اس کی  
 انجم نہیں صحت کرم اس کے صلیب  
 انصر حق دوسرے محتاج ہے اس کا  
 قہر کوئی ہادہ تا اس نے فکر کی  
 گزری ہے صبا تا جن حق سے ترے  
 ہر چند کہ وحشی ہے ترازیش پشیم  
 پس یہ کوئی تمساہ و اب وہی کائنات  
 ہر جہ کو سب کہتے ہی غلط نہیں ہی  
 بے بہتے تجھے بیک حق کو دشت قطر

ہاں وہاں گل حق امیر الہ مرا ہے  
 ہاں سے دال ہنرے کو مدد شہزاد ہے  
 وہ راز جہ نظروں نے ظلاطین کے چھپا ہے  
 لبریز گہر جہ نے دامن کوکب ہے  
 فی الجملہ وہ ہے شاہ جہ کوئی اس لئے  
 ہر وقت و آتش عتق چرخ دہا ہے  
 کچھ سرری سار بڑا اسی گل صلیب ہے  
 آہ ہے حق سے اے فتنے تو غلط ہے  
 تقدیر بشر اس کی کوئی مدح و ثنا ہے  
 حاصل ہے ہر اس بات سے میرا و ملا ہے  
 بآباد صبا نچوں کی یاں عقدہ کشا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیوان نواب دیونی شاگرد بقا شاگرد شاہ حاتم

عجب طرح کا یہ علم ہے وصل کی نگاہ کا پنا  
نہ جرتک آتا ہے وہ شکر اس تک بجز اپنا  
آفتاب دے لپٹے ہو کہ اس توفیق پر پہنچیں  
کہ ہر سعادہ اگر چاہی میں ہری غبار پنا  
تجے ہے لاکھ ملک تو فریب کیلین ہنر ہوں  
کہ تیری خاطر میں جوڑ آیا ہزار منزل و بار پنا  
ترے دہم آئے جانے نے دار  
جے ہر گھڑی کے بہانے نے دار  
ادائیں جہت دیکھیاں ہیں و لیکن  
ترے بے جہت رو نہ جانے لے مارا  
شب و صبح بیٹھے بٹھائے یکایک  
اثر بد و شل ہے ہر حال بیکر ادون کا  
نہ جی دکھا کیو عالم تو دلفگارون کا  
تو آ کے علم نہ بارگاہ عام میں دے  
کہ حلقہ ہے ترے دور امیدادون کا  
کوسے رکھے ہے نوا آپ کے گوش گزار  
کرنیٹھ نالہ بر ہے جگر دنگارون کا  
اس مقامی سے مرے ہم پہ تو دور لگا  
کوئی غماز ہو دے پس دیوار لگا  
ہے کس قافلہ بر حرم کا کوچہ یارب  
دل نہیں مفت ہی دیتے ہیں اگر ہو منظور  
دل کے وعظ سے دل تنگ ہو تو ہے تو تو  
ہے ایک تیر کے کہاتے ہی میں دلوں پر اچسکا  
ہر گل کی شمیم اوسم کیا غار نظر آئی  
بیمار محبت کا اکسیر نہیں درملن  
تیرے تیر بار کا سینہ میں شب گزرتا  
اشک کے ساتھ ٹھیکان ملون کی کرتین  
بعد دوا دوح ہی باز رہا یہ آئینہ  
رخز زخم ہر خدنگ دیدہ انتظار تھا  
گر یہ نے ہو دیا تمام دلیں جو کچھ غبت تھا  
دیدہ مرث آشامو جمال یار مست

کچھ دنوں بزم یار میں ہو بھی اعتبار تھا  
 سب سے حواسِ دل میں مرے بیشمار تھا  
 خراجِ طویلوں سے باج میں ہزار سے لون  
 تو انتقامِ گریبان کے تار تار سے لون  
 جو زہرِ دھام لب جان گزائے مار سے لون  
 تو کارِ صیقل آئینہ ہر خیال سے لون  
 تو سایہ برگ سے ہو گئے بغیر ہائے لون  
 سنان سے تیرے شیشے کے تار سے لون  
 توجیبِ دشتِ دامن میں کوہِ سارکون  
 شکرِ خاطرِ سینہ نگاہ سے بیٹھے ہیں  
 شبابِ اکثرے انتشارِ بیٹھے ہیں  
 ادھر رقیب ادھر پردہ در بیٹھے ہیں  
 گلی میں تیری کئی بیکراں بیٹھے ہیں  
 کرد سلام جو ان کو تو مار بیٹھے ہیں  
 اس سوئے میں رسوا سر بازار ہوا ہوں  
 تصویرِ سامین نقشِ بد بود ہوا ہوں  
 دنیا کو زلزلہ سے میں زیرِ دگر ہوں  
 چٹا بیوں کے اپنے جو ظاہر ہر کرد ہوں  
 میں اپنے میلِ مشک میں جوشِ سفرِ کرد ہوں  
 اوقاتِ فاقہ سستی میں کیونکر بسرِ کرد ہوں  
 اقلیمِ شہرِ مستحِ دوسرے میں سرِ کرد ہوں  
 تو دل میں چچی بنے شہرِ سی یاسمن کی  
 جگہ کو داغ کرے اس کے نثرن کی

کچھ روز اسے رقیب تو ادنیٰ معاجرت پناہ  
 یار کے اوشٹے ہی تو ابھین نشاط سے  
 جاکر نندہ چمن میں دلِ دگر سے لون  
 اگر جون میں بڑے پیر میں گئے میرے  
 نہ فراق میں تیری کا اثر بخشے  
 اگر مکر زانی کے دلفی بہ آون  
 اگر میں ہو بچوں کسی نعلِ سیوہ دار ملک  
 نہ پہنچیں زخمِ زبان کو ہر حنین جو ہزار  
 بہ بگلی میں جو اسے تو خیالِ لہاس  
 تھام سے درپہ کئی خاکسار بیٹھے ہیں  
 غمِ فراق سے جانِ لب پہ اُل ہوسرگ  
 گزار ہو تری محفل میں کس طرح اپنا  
 کہ یہ کون کہ مشتاقِ جلوہ دیدار  
 تو کام کرے کیونکہ ماہِ ردیوں سے  
 اس جس جنت کا خرید ہوا ہوں  
 مجھ کو نہ لایا رز سے درپہ تو ناچار  
 نالہ جو سدول سے دیم صبح سرکون  
 سیلاب و موجِ دیرِ قہمات کو آبِ ہون  
 اوس کو چہ سے نکالیں جو کاہیدہ تن مرا  
 تھا غولِ دلِ خدا سو دم تیغ نے پیا  
 امدادِ ہلکے ہمدی بادی سے گر تو  
 جو یاد آتی ہے مجھ کو تیرے دہن کی بو  
 جسے ہے تیرے پسینہ کی جانِ نازِ نکلت

غنیمت تو ملی جو میں سوسے چمن مٹکا  
 شبنم مٹکا جعد میناوس کی دان ہو بجی  
 لب آتش تیرے خضر کی پروا نہ کریں گے  
 کہ درجہ بے گلی ہوئی آئینے ہی بار کے  
 نازاں گلی میں رکھ دے شکر تار کے  
 عطر کی میج پروا نہ نکلات میں چچی  
 تزلزل میں جو ہم منظور ارباب نظر ہوتے  
 وہ مرد مہم جو جب با رخ ریشاں نکلتا ہے  
 سرتابی یان نہیں جو دہان دار خوب ہے  
 جو بلبلوں کو سیر گلستان کی آرزو  
 ہیں مرد و ماہ چرخ برین پر ہی شری  
 غدا افک سے بچے ڈر ہے کہ عشق ٹکڑے  
 معنی شناس کہتے ہیں یہ نظم دیکھ کر  
 خیال کیوں کہ تیرا جیسے میرے سینے سے  
 جو زینے سے کھٹا نہیں قرب گو  
 قریب فرش میں ادس کے کڑا ہوا تو تو  
 شکا ہے مرقن کا جام پاس لگا ہے  
 مت پہنسی اسکو گھنا مردان تالے ہیں  
 ادس بت کا کس طرح مجھے قرب حضور ہو  
 تیغ ابرو ہے نگہ غریبہ مرگان تر ہے  
 سرد تعلیم کو تیری نہ ہوا باغ میں خم  
 نگر زلف سیاہ میں ہوتی نہیں میج  
 صبا نے نذر آگے بڑھ کے بسا ہیون کر  
 نوادشت خشن سے شکر نے جو چاہیں پکری  
 کھٹے زہے تیرے سہا نہ کریں گے  
 کیا کیا اٹھنڈتھے ہیں جبر و قدر کے  
 ہر سوسے زلف پہ تیرے صدقہ اذکار کے  
 یہ رعب ہیں تو میری شہائے تار کے  
 جو ہوتے ہر سے قطرہ قطرہ سے گہوتے  
 دل غور شد گردن آتش حرمت سے جلتا ہے  
 گردن یہ بہ نہیں جو وہ تلوار خوب ہے  
 ہم کو تو اس کا سایہ دیوار خوب ہے  
 آس زہر ووش کی گرہی بازاء خوب ہے  
 کر دے قاتل راز یہ اسرار خوب ہے  
 یاد تو آ کی ہندش اسٹل خوب ہے  
 جدا ہوا ہے کہیں نقش بھی ٹیگڑے سے  
 کہا ہے قصہ نفس نے کئی سینے سے  
 یہ مسکرا کے وہ بولا کہ ملک قریب سے  
 الہی خیر کجیو نادر بر کجہ سست آتا ہے  
 کجیوان سے حلاۃ تش کے پہلائے ہیں یہ  
 نزدیک جاؤں ادس کے تو کتا ہے وہ ہو  
 او میان نقش تیرا سہا لائق تقویٰ ہے  
 راست کہتے ہیں کہ ہے عشق سے مفرد وراز  
 فقط کہ تو ہوتی سے کیسے شب و بچہ دراز



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# انتخاب دیوان تنویر دہلوی شاگرد شیر تلینڈ شا نصیر

الفت کیسے منون گل نشان میرا  
 گمشدہ عشق ہے ہر مغرور دیوان میرا  
 سیکرین اس سے بھی اس عید کن کی باتیں  
 کہ نہڑا ہی نہیں دل کسی عنوان میرا  
 چاکر اس چہرہ کون کے دیوان جو ہے  
 دیکھا پاؤں نے اونکے ہر وہاں میرا  
 ترک الفت سے بھی آرام نہیں قسمت میں  
 دشمنوں کو بے خوشی دل پہ چین میرا  
 دلیں نشتر ہی جہاں کہنے میں بروم تنویر  
 نے چکے دم وہ کین کاوش خزان میرا  
 وہ جو چھوڑے نقاب آیا تھا  
 سارے اس کے حجاب آیا تھا  
 میری بددیوان کبیر چہ کیسا  
 کبوتر نکھو نہیں خواب آیا تھا  
 مرے ہر تو عشق کے باتوں  
 یہ کمان کا خداب آیا تھا  
 تھا جو رسوائیوں کا در اپنی  
 آپ کو کیوں حجاب آیا تھا  
 دل تم سے اس لیے تنویر  
 یہی خانہ خراب آیا تھا  
 جیسا کہ خود سے وہ پر وہ نہیں اٹھانے کا  
 لیا ہے دل اسی بڑے میں اک نائیکا  
 جفا جو روم کی نہیں ہیں اوگو یاد  
 پر ایک سو سچے دل لیکے بھول جائیکا  
 چلیں ہیں کبیر کو تنویر کج پہنچے ہیں  
 وہ گل تو پوچھیں تھے رستہ شربت خانیکا  
 آیا دل تھما سوزنوں نے اُسے مار تو رکھا  
 او لہجہ کے ہمیں بھی ست مہار تو رکھا  
 اتنی تو فضا ہے بھئی تھی دم رخصت  
 تھا پاؤں پہ سر اس کے گئی بار تو رکھا  
 یہ میں غایت ہے تھی چشم کی ہر جو  
 اس زنگس بھارنے پیار تو رکھا  
 جسے نہ پکاسا کے آنکھوں سے اٹھائے  
 دل خیر کو اور خن جفا کار تو رکھا  
 تنویر چلے کبیر کو عشق بتان میں  
 گردن میں پڑا عشق کا زار تو رکھا  
 نالہ سے بڑے پہ نقاب ملا  
 برف سے دامن سماں ملا  
 جو کب ساغر شراب ملا  
 جب بلا صاف بکھا جواب ملا

دل ہے صبر و ہشام تر تو میرے ————— جو لاخا خا خراب رٹا  
 مایہ ظرف ملک دم ہوئی چکا تھا تو آگیا میں در نہ منم ہوئی چکا تھا  
 بھلائی نیک نہ اسے گردم رفتار پا مال یہ دل زیر قدم ہوئی چکا تھا  
 سرگرم سخن مجھ پر وہ آگے نہ ہوتا ٹھنڈا میں تیرے تنگ ہوئی چکا تھا  
 دیکھات دھنڈانے ہو جو تو کیا چاک نامہ تو قیہون کو رسم ہوئی چکا تھا  
 دہشت گئے پائے نقدیر سے تو میرے پاس لٹکے تو ایک ایک درم ہوئی چکا تھا  
 توڑنے لگی کہ وہ شروع و مدار بھکا لٹکے قدم پہ سر جلی گلزار جھکا پڑ  
 دیکھتی تیرے نئے میں ہو گلابی آنکھیں آنکھ کو شرم سے لرز گئی چار جھکا پڑ  
 اوس کی پادش کی چکل جو دم صبح کون چوئے اوس کے قدم مطلع الاوار جھکا پڑ  
 دور ساقی میں سے جھکنے لگا ایک پہ ایک جام ساغر پہ سے ساغر پہ ہے وہ یار جھکا پڑ  
 تیرے تو میرے ایسا جواب تو تھا جس شخص پہ ایک بکے غریب جھکا پڑ

اوس کی ہو طرز جھانے چاہا وہی غور تھا نے چاہا  
 مار رکھا اسے جہ انہون جس کو اس زلف دوٹانے چاہا  
 نہ گئی دل سے کرورت اس کے لاکھ باب صفائے چاہا  
 نہ کھلا آپ اجابت نہ کھلا درون میری دعائے چاہا  
 ہم تو تھے نہ مینون کے تم پر نہ یہ طرز فسادے چاہا  
 نہ ہے اُنکے تو دسان بربا جس کو اس ہوش رُبانے چاہا  
 نہ دہر دور تھان سے تو میرے دی ہو گا جو ضائع چاہا

بہشت میں اوتارے گفار غضب قد قیامت ہے تم من چہ ز فوار غضب  
 پس جسے سیرت در فتن بدوئے ہے شوقی رنگ حنا ہے یہ سنگار غضب  
 گلابان اس مہ شیرین سے مزادتی ہیں زہر کمینہ ہے ایک دمل کا انکار غضب  
 زندگی نغمہ ہوتی ہے دل کو دیکر پر ہے ذائقہ مشق طریار غضب  
 تیرے کچھ ہے اسے چہر تو دل سے لگا دھوا رنگ کھلائی ہے پر بسے لگا غضب

جان کی خبر نہیں آج خدا میر کرے  
 کئی پانچے دل اس غم سے گھٹا ہے  
 آدمی کیسے ہر نیر اور بن زخمی ہو کے  
 جان بچی نظر آتی نہیں اس سے تویر  
 روک لی ہے توکل اس کے دل نگہ پوش  
 ہو گیا ہے ہمیں گردن کا ہر لاشکل  
 اتھو دھو شیشیے جیسے سے درد کے دوہی  
 دہ تیغ کو مارے کرنا گردہ  
 زلف ناگن ہے وہ تم اس سے چھلے تیر  
 غم نے بن اس کے دل میں کیا مقام آج  
 چھائے خاک میں یہ نہیں جس سے تیغ ہو  
 اٹھے نصیب کیا کو مراد دل ادلت گیا  
 ہاتھوں سے چھینکے کیجے کشمیر کا ورق  
 تنویر دم نہ خطو عیہ قاسد نے دم دیا  
 ہے بدن ترا اکبات پہ سوار سرف  
 سر دھری کی گردن کیو کر شکایت اس سے  
 گامیان سیکڑن ہیں پھیر کے منہ کو اسے  
 بل لکا تری زلفوں نے غضب دلا لکا  
 چور زلف سے مانتو ہر دم تنویر  
 کہیں سے لگے عسکر کو کہ تویر  
 جس کو دیکھا غم مارے دل اس نے دیا  
 ہوا اہم دل این سنگ لون کا نہ ہوا  
 وصل یادوں کو مسرور دہی جلتے ہیں  
 کہ ہر ایک بست چہ ہوتے ہیں دھڑکھٹ  
 چوڑ کر گئے ہیں وہ زلف مولد غضب  
 ٹوٹا ہے وہ برق کی توار غضب  
 ہو گیا دل کو محبت کا سب آثار غضب  
 کج یاد دہی ہے اس شمع سرنگر چوٹ  
 ایسی الفت کی گئی ہے دل بیا رہ چوٹ  
 ہت کٹی کی جو کوئی پڑ گئی افسار پہ چوٹ  
 روکتے ہم سیر داغ دل زار پہ چوٹ  
 اٹک کر قی جدو اس تیغ نگر سار پہ چوٹ  
 بیتا بیان بھی لینے لگتیں انتقام آج  
 جس کو لیا رقیب کا کیون تھے نام آج  
 آج جو میں اولت ہی دیا اس نے جہم آج  
 رہو بیکار دہی پہ پڑا کر غلام آج  
 خط تو نہیں مگر ہے زبانی پیام آج  
 فانی من پہ اتو نکلے یا ر مزاج  
 میں ہوتا ہے جس شمع کا ہے حلال  
 پوچھ کر خوش تو ہوا اس کا دل زار مزاج  
 کرتے تھے کیسے کیسے کیسے زار مزاج  
 کہ جدا گانہ بنے ہارون کے ہی چار مزاج  
 رشک کے ہرے مرکان میں شمع تویر  
 حسن و انون کا ہے وہ من موثر تویر  
 سیکڑون جہے دباے تہ پھر تویر  
 میرے ہر خواہ جلاتے ہیں ہر گھر تویر

سبکدوش کر بیٹے بڑا دگر نرس نہ تویر  
 عشق و فغان ہر انداز ہے کافر تو یز  
 چھپ کے لٹکا ہے پس مطلع ادا نہ ہند  
 کہ چھپی نہ خیر ہے وہ زلف سپہ کار ہند  
 کچھ ٹکسین نہیں ہے کسی صورت ہو کر  
 کہ ٹکسین بولے ہے کل سے ترا ہمار ہند  
 متین بھی کریں پاؤں بھی ٹپسہ دم بھی دینے  
 نہ دیا اوس نے ہر ایک بوسہ دھسا ہند  
 کون خود بہہ سرا پا تھا کہ سر پہ ڈر گیا  
 خون سے آسودہ ہے فلہم تری توار ہند  
 زور پیری بھا تویر گیا وہ شہاب  
 بہہ دیا ہی رہا عشق کا آذر ہند

آگے شمشاد ہے جب دل پیارے ہو شمش  
 اوڑھ گئے دیکھ کے اوس شوخ جفا کاٹے ہو شمش  
 پار آئیں جو مجھے وہ عرق آئین زلفین  
 اتنا رو دیا کہ آگ سے ہر دم ہوا اس کے پش  
 دیکھ کر آئینہ میں برق بختی اپنی  
 نہ ٹھکانے سے اوس آئینہ رخسار کے پش  
 خوب ہنسے نے اوس چاندے رخسار کے  
 پکے مئے جب ہے اوس بہتہ رخسار کے پش

جان کا دوس نہ تویر زبان کہنے میں  
 سر کا لکھ نہ خوش طعماں تراش  
 اتور سمجھتے ہیں دس جس کے ہونڈ قلم  
 کاٹ کھا دیکھا بہ اوڑھ کر نہ سرا تراش  
 خطا تو یہ بنے ہی لکھا تھا خدا وہ ہو نہیں  
 خوب یہ تو نے نکالی ہے جفا کا تراش  
 وہ لچیم ہی نے ہو سکو فلک سے گر کر  
 ہاتھ قاصد کے لئے تو نے سنگ تراش  
 تیر بھی بیٹے ہے کیا حال میں اس کافر کی  
 پھینک دیوے جو وہ نائن پس دیوار تراش  
 قتل کرتا ہے نہ کر شرق سے تنویر کو تو  
 سبکدوش دل دیے اوس نے دم بھاد تراش  
 سچا آمیز نہ باتیں بہت عیار تراش

ہلکے کھن کی کہیں کہ تو ہی دل زار تراش  
 آج کہتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ تلوار تراش  
 نہ سنی ہر سنی اوس نے دل زار کی عرض  
 کون سنتا ہے بھلا ایسے گنہگار کی عرض  
 چلو آہستہ کہ ہوتی ہے قیامت ہر پا  
 جنبش ب ہے دم نخی ہے کچھ کہتا ہے  
 نکر امان سے چڑھ کاٹے زخموں تک  
 سن تو لو لیٹھ نہ زائل گفتار کی عرض  
 دم کشتن نہ سنی کشتہ تلوار کی عرض  
 مع خزان آل جہا کا میں رہوں تنویر  
 ہے یہ خدمت میں جناب شہہ ابرار کی عرض

اوس نے لیکر جو پڑا قاصد اٹھایا پھر  
 کھنڈا اوس آئینہ رونے پہ غصہ نمودار  
 لیے ہر جانی سے کیا مطلب دل پر آئے  
 کچھ نہ بکیرہ تو اسے عزیزوں نے پڑایا جا کر  
 جاتا تھیں صحت یون اسے لے تو میر  
 وہ شرم گئے بھری ہے رات شروع  
 جذبہ دل سے بھر تو گری ہے تاثیر  
 کجا دکھلاؤ نہ تم رنگ خدا اوس کو جلاؤ  
 کبھ دشت ہے شدت کبھ غم کی کثرت  
 لوگ غم و غم پڑھتے ہیں خدا عزیز کو لے  
 جو کہ شب یقیات ہے کوئی لے تو میر  
 سینہ پر بست ہے بونی سر و ہمایا شروع  
 تڑپاں ہون ہون ہیں تو نہ اٹھا بار دینے  
 جتنی ہے یہ زبان تری اس قدر تو کئے ساتھ  
 دل نہ لگاؤ تیری وہ دل غرامش یان  
 کہتے ہیں سخت جان مہن قتل گاہ میں  
 گری شوق قتل کو لگ جائے میری آگ  
 قصہ پر ملک تیج جان قتل اسکی ہے  
 ہے قتل ہم تو مگے تو میر رنگ سے  
 رنگ ہے کیسے ہے وہ ہر شش رہا اور  
 کام سمجھتے انہیں وہ اعلیٰ عشق ہے کیا  
 ہی تو چاہے ہے بھی بزم میں ہی لے تو میر  
 دماغ سے یون ہے جہنم کی رونق  
 قتل کرنا تھا مجھے رنگ کی تراسخ  
 نامہ برنگ پڑا جائے دلی زار سے خود  
 روز کھولتے غلامی کا بود چاہے خط  
 آج قاصد سے لیا اوس نے جو نگار سے خط  
 اس کا دکھتا ہوں لگائے دل پر پائے خط  
 اشک ہادی ہیں ہوا موہم بہت شروع  
 پہرہ کے لٹکے جو الطاف و عنایات شروع  
 بچھینی جس نے گری تم وہ یہ سو غلت شروع  
 کہہ چکے تھے بہت پہرہ ہی حالات شروع  
 پھرتے سرے سے کیا اٹھنے تو ت شروع  
 بھیج ہو جائے کہ ایسی کوئی بات شروع  
 دور راغ بھی تو تو بہت مجھ سے شروع  
 تو میر ہے تھے س کوئی ناگ پر بارش  
 تو میر ہے تھے جیسے کوئی آہ ریش  
 جان اہل کو بھی وہ کر سے ہے فکر تیج  
 نازک ہے شاخ گل سے بھی لے لگنا تیج  
 چمکا ہے ہیں دھڑے وہ بار بار تیج  
 خون نوشیو نہ تیز ہے وہ عکار تیج  
 لایا بھی تو قیب کی وہ طہار تیج  
 چوئیں اور طرف دل سے پڑا اور طرف  
 اور ہے قہار باب صفا اور طرف  
 کہ وہ دیکھا نہ کیسے سے سوا اور طرف  
 جیسے گل سے جو مین کی رونق

لیکن نہ مرگ میں ہو جودہ اوس کا  
 مانت گل ہیں۔ کھتے ہیں شہید  
 ہے وہ محزون از سن کی رونق  
 بل پسرخی کفن کی رونق  
 صحت وہ یہ ہے برق فلک  
 اس سنج صبر شکن کی رونق  
 ایسے تنویر ہیں استار لغیر

نہ تو ز شیشون کو او گبدن تر تراق پراق  
 برنگ نوز گل چپ ہو کیون جو ب تود  
 غلغلی سے نہیں بات رو برو اوس کے  
 بھی استے تر ایہا نا توان عش سے  
 ہزاروں شیت دل کو کہ خمر پہ لے تنویر  
 وہ کہ تو گئے ہیں کہ ہم آدیتے حرکت  
 ظلمات و عدم میں غمنا فرق سر سو  
 ہے روزن و دیدہ و خورشید قیامت  
 کچھ کہیں اشاروں ہی سے وہ منہ نہیں  
 تنویر سخن فہم بکتے ہیں سخن کو  
 ہے اس پر غار شہیدان بہان تلک  
 دفتر شکایتوں کے ہیں ولین یہ کیا کریں  
 سایہ سے بھی جو اپنے جے بچکے دور دور  
 جانے دن کیونکہ دیکھو تو دلی تر پہ در  
 یا ہمے ہم پیار تھے وہ یا یہ رنگ ہے  
 لوب میں عمر تو ساری گذر گئی -  
 دیکھئے آرمج سے دیدہ و خوار کارنگ  
 برق میں گرمی و رنگت یہ کہاں ہے توہ  
 کس یہ بخت کا دامن ہے اہل نے کھڑا  
 یہ دل شکن ہے صدائے شکن تر تراق پراق  
 مرا سخن کا ہے یہ ہر سخن تر تراق پراق  
 کرے ہے باتیں وہ بیان شکن تر تراق پراق  
 جوشہ و لہر سب زفن تر تراق پراق  
 عالم توڑے ہے چرخ کس تر تراق پراق  
 امید ہے بیجی کی کسے چار پر تک یہ  
 وہ زلف و دقا چھتے ہی ہو چنے ہے کرک  
 وہ جھانکنے آئے تھے کہن مدفن و تک  
 وہ مانگین تو ہم جان تلک دیں اونہیں ترک  
 یکہ قدر ہنر کی ہے تو ہے اہل ہنر تک  
 پہو چکی کوئی دم کو زمین آسمان تلک  
 اوس بزم میں ملا نہیں سکے زبان تلک  
 جائیں تو کیونکر جائیں ہم اوس بدگمان تلک  
 تنکو قسم ہے اتھ تو لاؤ یہاں تلک :-  
 بھیجیں تو پھر دیتے ہیں دور مداف تلک  
 تنویر چھوڑ دیا و بتان اب کہاں تلک  
 غرق نہن شرم سے ہو مطلع الا نوا کارنگ  
 اور ہی کچھ ہے مری آؤ شرر بار کارنگ  
 کہ سہا تب ہے قاتل تری تلک کارنگ

زہر جیٹا ہوا نہیں وہ بھی لگین دم دینے  
 یوں پھوٹوں سے کئے دنگ چھٹکا ہے ہوا  
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار کا رنگ  
 رب انگوٹے سے جون شیشہ وعدہ کا رنگ  
 اور کچے ہو چکا ہے کسودہ کا خوندار رنگ  
 دیکھا ہر جگہ نیا عشق کے آزار کا رنگ  
 اگلے بیار تو دیکھے ہیں بہت سے تو میر  
 بدل کو پانی پانی کر ہی چشم تر سے ہم  
 مستون بیکر اجل کو آسناں  
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن  
 چودہویں کا چاند شرانے لگا  
 بندہ پرور میر سے دلے پوچھے  
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا  
 اس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں  
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول  
 شب غم میں سوس میں اجاریاں  
 دیا جسمام چپ خیزی کو دیا  
 قیامت تک سر ٹیکے جاگ لیں  
 تم اپنے تھاقل سے پوچھو ذرا  
 تمہارا ہی تنویر مذہب ہے کچھ  
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں  
 وہ دیکھا تو سگھوٹتے ہیں گلا  
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے  
 کون قاتل کے آگے دم دے  
 دیکھتا یا دشمن میں تنویر  
 ہونہ کچھ اسی آخار کا انجام کہیں  
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار کا رنگ  
 رب انگوٹے سے جون شیشہ وعدہ کا رنگ  
 اور کچے ہو چکا ہے کسودہ کا خوندار رنگ  
 دیکھا ہر جگہ نیا عشق کے آزار کا رنگ  
 اگلے بیار تو دیکھے ہیں بہت سے تو میر  
 بدل کو پانی پانی کر ہی چشم تر سے ہم  
 مستون بیکر اجل کو آسناں  
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن  
 چودہویں کا چاند شرانے لگا  
 بندہ پرور میر سے دلے پوچھے  
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا  
 اس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں  
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول  
 شب غم میں سوس میں اجاریاں  
 دیا جسمام چپ خیزی کو دیا  
 قیامت تک سر ٹیکے جاگ لیں  
 تم اپنے تھاقل سے پوچھو ذرا  
 تمہارا ہی تنویر مذہب ہے کچھ  
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں  
 وہ دیکھا تو سگھوٹتے ہیں گلا  
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے  
 کون قاتل کے آگے دم دے  
 دیکھتا یا دشمن میں تنویر  
 ہونہ کچھ اسی آخار کا انجام کہیں  
 خضر بھی دیکھیں اگر سبز خط زار کا رنگ  
 رب انگوٹے سے جون شیشہ وعدہ کا رنگ  
 اور کچے ہو چکا ہے کسودہ کا خوندار رنگ  
 دیکھا ہر جگہ نیا عشق کے آزار کا رنگ  
 اگلے بیار تو دیکھے ہیں بہت سے تو میر  
 بدل کو پانی پانی کر ہی چشم تر سے ہم  
 مستون بیکر اجل کو آسناں  
 تم نہیں میں ہی سہی چان شکن  
 چودہویں کا چاند شرانے لگا  
 بندہ پرور میر سے دلے پوچھے  
 ات میری چٹکیوں میں سے آرا  
 اس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہیں  
 دل کہیں آکا تو سب کچھ ہے قول  
 شب غم میں سوس میں اجاریاں  
 دیا جسمام چپ خیزی کو دیا  
 قیامت تک سر ٹیکے جاگ لیں  
 تم اپنے تھاقل سے پوچھو ذرا  
 تمہارا ہی تنویر مذہب ہے کچھ  
 مودہ یاد دیا رہوں چپ ہوں  
 وہ دیکھا تو سگھوٹتے ہیں گلا  
 ماز دل گر کہوں تو حال کھلے  
 کون قاتل کے آگے دم دے  
 دیکھتا یا دشمن میں تنویر  
 ہونہ کچھ اسی آخار کا انجام کہیں

وہ دل آرام ہو پہلو میں نہیں چھوڑو  
 صد ہائے شب جبران سے گرا جاتا ہوں  
 شام ہے باقی ہیں دل پر ہوائیں نازل  
 نے تو ان ہوائوں سے اس کا پہاڑ ہے توڑ  
 ہوتا ایک دم بھی وقفہ ہر ترے آگے نہیں  
 تو چلے ساتھ دلان مست نکاح ہون کے تم  
 جگمگام پر ہے وہ بھی وقت و صحت  
 لیے فیروز نے خط نامہ ہر دم سے میرے  
 ہر قریب کیاب کا انداز تھا اس دم تمہیں  
 دل کو کیا باغ کے پیکان لے بیٹھے ہیں  
 شور کو نہ کر نہ لب زخم جگر سے اُٹھے  
 دکا ہوں پر ہے یہاں شوقی شہادت را  
 سو گئے اس کے ہزاروں کو کیا سوائی  
 دل پر تلخ سے بہلاتے ہیں جی کو اس جن  
 اٹھتے ہیں پہلو سے اس پر دو نیش کے ہم بھی  
 کل تو کبر کو چلے معفرت تویر تھے لو  
 ہیں شرم کی سے رنج و قلق جان پر اب تو  
 دیوانہ کوئی ہے تو ہو اس کی جا سے  
 سدا سے جھک جاتا تھے یا پھرتے چو شب  
 جان کو تو خبر بھی نہیں ادھر کی سے ادھر  
 مینا نہ آئے عشق بیان اور یہ سن وصل  
 مید ہو جائے ابھی طالب دیداروں کو  
 لیل دل میں سے جا بیٹھے وہ گھر میں چھپر  
 دلی بیاب کو آتا نہیں آرام کیس  
 لئے قفسے شب وصل مجھے محاسم کہیں  
 کھول بیٹھے ہوں وہ زلف سیہ نام کہیں  
 ہونہ جائے وہ خفا شیخ گل اندام کہیں  
 دیر پاں کچھ بھی نہ تھی دم کے نکلیا نہیں  
 ختم کے خم ہم بھی نہ تھا دل کے بیجا نہیں  
 ایک اس شوش کے سوزا نہ کھرا نہیں  
 آغوش تھے وہ بشر لگے بہکانے میں  
 اس کے جس بیٹے میں اور سب مرگے جا نہیں  
 صاحب خانہ کو سہانے بیٹھے ہیں  
 سنتے ہیں پھر وہ ٹھکان لے بیٹھے ہیں  
 گھر میں وہ فخر جبران لے بیٹھے ہیں  
 وہ ابھی زلف پریشان لے بیٹھے ہیں  
 ہم پہ پہلو میں گلستان لے بیٹھے ہیں  
 خنجر پر گونہ داہان لے بیٹھے ہیں  
 رنج کے نوشی کا سامان لے بیٹھے ہیں  
 ہکو نہیں اسید کہ بگڑی سحر اب تو  
 اپنے کجا بری ہیں پڑی ہے نظر اب تو  
 دالہ کو تم ہو گئے کتنے نڈرا اب تو  
 دل ملیں اس شرف کدھی نظر اب تو  
 تنویر خدا کا بھی ذرا خوف کر اب تو  
 کھول دو زلف سے گر چاند سے ضلک کو  
 اب تو آنکھیں بھی ترسے لگین نظارہ کو



پہلے نال کو یا میری گران جانی نے  
 میں اللہ ہے نہ بہ میں منوں کے تم  
 و در ساقی میں بھی اولیٰ ہی لگا ہوا  
 کچھ سودا کچھ دقت کچھ غفلت کچھ درد  
 وہ پری ہے تو یہ شوق سے تہلے تویر  
 شوقی گڑھی رفتار دکھاتے نہ چلو  
 عزیز ہیں کرنے لگے نقش قدم پر سجدے  
 چلتے چلتے تو نہ عیون سے ہنہ ہر خدا  
 نگہ گرم سے عشق میں نہ دیکھو گل کو  
 ادا کے کوچے زنجیر کے چولے تویر  
 دیکھتے ہم تھے وہ نقشہ دلدار گر تو  
 اوس گل اندام کی جاہت کا طایہ شرہ  
 برق تیا ہے تم سنج کی چمک تو دیکھو  
 چشم بیگون کی قسم مست نگاہوں کی قسم  
 شایہ گل کی ہے قسم میری رگ جا کی قسم  
 میرے زخموں کی قسم شور محبت کی قسم  
 مدد فرقت کی قسم تمام معیبت کی قسم  
 دل اوس چشم کو وہ دہل زار کہ  
 پنجوڑا ہمسپاہ کہ پہلو میں ل  
 یہی تھا سارے آئی سودا سدا  
 پھول کے دل لگائیں کسی گلبدن کا نہ  
 سنا نہیں تو ساقی کو شرکا لیکے نام  
 ہوتی ہماری جان ہے اس منکس ہوا

توڑ کر جبر کیا بکڑوں سکھوں کو  
 بے شگونی ہے انہیں پوچھنا بیلوں کو  
 جب دیا جاوے تاب تو افسانوں کو  
 آگ لگائے محبت کے ان آندوں کو  
 سے سے پرہیز نہیں چاہیے بیوقوفوں کو  
 نقدِ خضر کو سیاب بناتے نہ چلو  
 نقشِ صب دلہر رقیبوں کے بھلتے نہ چلو  
 خاکین آشک نما محک ملائے نہ چلو  
 آتشِ رشک سے بلبل کو جلاتے نہ چلو  
 لوگ پا جائیگے آنکھوں کو چراتے نہ چلو  
 اب بنے پیچے میں ہم نقش بدیلا کہ تو  
 اب پھولوں سے کچے ہم ہیں دلی لاکہ تو  
 اپنی آنکھوں کی قسم لوگ کچک تو دیکھو  
 درسا کا مزاج تک تو دیکھو  
 تم ذرا اپنی کر لی یہ لپک تو دیکھو  
 اپنے حسن رنگ افشان کا ملک تو دیکھو  
 گلی منویر لپک سے نہ ملک تو دیکھو  
 کر دیکھے ہے بیمار بیمار کو  
 وہ لے ہی گئی اوس گلنگار کو  
 گئے شام کے وقت بازار کو  
 کچھ گل نئے نئے ہی ہوں دلی گلستانہ  
 ساقی دہان شیشہ لکھائے دہن کے ساتھ  
 دشکلیہاں سے چل نہ نسیم من کا ساتھ

چٹا ہے پتہ کے شور قیامت پر پہرے  
 تنویر گاہے بے دہی نے مزا دیا  
 بندے جو کی ہے اور نہ جف کی پناہ  
 میں تو کھڑے بغیر چین نہیں  
 وہ ناک میں کہوں دلون کو آن چھپے  
 ستم جہنم ستم ہی دس کے پیکر  
 شبیہ تھے دس نقار زلف کے گئی  
 خدا خدا کہ مسجد میں بجھ کر تنویر  
 انداز اوس کے چنے لگے فتنہ بن کسٹھ  
 سراب بھی تھوڑے تھوڑے عین امان کی پناہ  
 یہ ہے پوچھو کہ جیسے عین پناہ کی پناہ  
 اور انکی آنکھوں نے لی پردہ کا سیاہی پناہ  
 پھر دس نگاہ نے لی چشم سر رسا کی پناہ  
 جفاے فتنہ گردن نے لی جنا کی پناہ  
 ابل نے انکی شہان کر جا کی پناہ  
 یہ سن تمھارا اور مشت بیان خدا کی پناہ

جھکا اوس نے وہ کئے ہی بنی  
 ایسی باتیں بنائیاں اوس نے  
 اب بھی آجائے اس تہا میں بہ  
 کافر حق ہو گئی آخر  
 تعابیر سرائیوں کا ڈر آن کو  
 رات سانی بغیر تمام کے دل  
 چلے تنویر میں یہ لعل مرغلک  
 درخت گواہ وہ عد سے ملے  
 ساتھ اس کے پہن لاکھوں مل  
 داد یہ شکل یہ دغا بازی  
 دلے ہی سرور کا خون ہوئے  
 لگے تھے نسا کو تنویر  
 موفیون کو بھی سئے پہے ہی بنی  
 بکھڑ بن آئی دل میں ہی بنی  
 نہ مستہ جرم میں ہے ہی بنی  
 ان تون کا کہا کئے ہی بنی  
 جیسے کے چاک کو بیسے ہی بنی  
 زہر کا ٹھنڈی لے ہی بنی  
 گود میں انکو لے ہی بنی  
 ہونے ہم تو پھر کو سے ملے  
 کیون نہ رنگ حنا مو سے ملے  
 دل کسکا لیا کو سے ملے  
 ادھنے تھے جیسے آرزو سے ملے  
 مکدہ کے ہیں رو برو سے ملے

جب ہی اچھے تھے کہ اوس خد کے یاد تو  
 جا کے نہ گرس کہیں میں نہ دیکھائی آنکھیں  
 یک فلم تھے کری خاک کتابت موقوف  
 جان کو انی لگا لے یہ آزاد نہ تھے  
 کیا ہم اس زگس جبار کے بیار نہ تھے  
 گو گنہگار تھے ایسے تو گنہگار نہ تھے

ہر شاکیہ زیا ہے گل بہری ایسی — گل میں بھیگی جان نہیں ہے سین ایسی  
 دگو روئیے گزشتے وہ ٹھٹھ ہے — ہم اوھر ٹھٹھ ہے اور وہ اوھر بچہ ہے  
 باقون باقون میں جو پہلو سے دل لے آہر — آفرش تمام کے ہم اپنا جگر بچھ لے ہے  
 نہ ہی قدر سخن جب سے جہان میں تو میر — چھپ کے فنا کی طرح اہل ہنر ٹھٹھ ہے  
 دل پریشان ی — میر تلک گو بچھے — اپنی زخون کو بنا یا ہی کئے دو بچھے  
 اپنی صورت پر کہیں آپ نہ عاشق ہونا — بی طرح دیکھتے ہو آئینہ تم تو بچھے  
 زلف الہی ہے تو شانہ سے اسے بھارو — شام کا وقت ہے جو کہتے کس کو بچھے  
 چاہوں کیا دیکھتے رہاں ہے اور ایک قیب — جان لینے کو فرشتے ہیں وہاں دو بچھے  
 ہے جہاں بھی چھپ چاہتے دل تو میر — لے تاکو اسے گھور دلوں دیکھو بچھے  
 انہیں باقون سے اس کی خوب گڑی — کچھو ہم سے بنی کچھو جگڑی ہے  
 کیوں گل غیر کا کیا ہے نہ — مفت اوس سے پے عدو گڑی  
 جہیزیں بلکہ جو مہر کیسا — وصل کی ہے آرزو گڑی  
 جہیز سے دل تو اس کے ساتھ گیا — جان آفت رسیدہ تو گڑی  
 قدر گوہر ہے آب سے تو میر — پھر رہا کیا جب آبرو گڑی  
 جازہ تو صورت دیدار ابھی باقی ہے — اک رت مجھ میں دم لے یا ابھی باقی ہے  
 کیوں نہ دیکھوں انہیں فخر و غلے فریاد کی — حسن کی گڑنی بازار ابھی باقی ہے  
 سب ہوئے حسرت دار مان تو شبہ غم نہیں — رہ گیا اک پہ گنگار ابھی باقی ہے  
 دل کے بھی مجھ سے کھٹکے ہے ہات پڑو — خار نکلا عشق خار ابھی باقی ہے  
 اوٹھ کے تو میر کے پہلو سے نہ جانا گھر کو — دو پہر رات سمٹکارا ابھی باقی ہے  
 یہ دے کیوں تری زلف دو تا او بھتی ہے — کہوں تو کہوے کہ کس کی بلا بھتی ہے  
 بلکے بام کج جو چڑھ کر اتر گئے — کتنوں کو اس پہ بھی تو بالان کر گئے  
 وہ کیسے کیا تکایت دوران سر گئے — لاکھوں دنوں کے اونپہ سے ریت اتر گئے  
 ناگون ہر چھو در تو بیل جلتے ہیں کیسے — پھیر آکھوں کو تیر وہ بدل جا نہیں کیسے

منع دلو کھل دیا کس نے  
 کج دو کجہڑے کے سے ہیں  
 یہ شکر فہ کھلا دیا کس نے  
 زکیر دیتی ہے حسرت دل  
 سخی غیر اجنا دیا کس نے  
 لائے ہو تمہارے نقش قدم  
 اس کے سر پہ لگا دیا کس نے  
 تہ تو کبر چلے تھے تو تیرے  
 اور گھر کا پتا دیا کس نے  
 اس مٹھ سے ملا دیا کس نے

نکلتی چینی ہے اور آرائش دامن ہے  
 دامن گل سے بھی ہلا دزن دامن پر  
 جو میرے میں منہ شکن دامن ہے  
 کسی سیر کے ہو کے میں یہ ہمیشہ دامن  
 اوس پر بھی ہر وقت ایک شکن دامن پر  
 اوس کا یہ کہنا کہ بس بس مراد امان چھوڑ  
 گل حسرت سے مجھ پر لا چمن دامن ہے  
 نقش سینے پر وہ دل کش سخن دامن ہے  
 تم نے ہر چا گل رخسار سے کیا دامن ہے  
 تیرے کج دو کجہڑے منہ اس سے دامن ہے  
 اوس کے جو در امان قبلہ شرم  
 میں تسلیم سزا دامن دامن ہے  
 جبکہ چلو سب ان تانہ ٹانگی قسم ہے تو تیرے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتخاب دیوان بہادر شاہ ظفر معلومی

کسی نے اس کو بھایا تو ہو۔ یہ حقائق کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

مزدور کہتا ہے زخمِ نغمِ عشق

جو کہ جتنا سوتا تو نے تقدیر وہاں تک بھگدو پیو نہایا تو پتا

یہ کس جرم پر تو نے مجھے قتل  
یہ دلائل میں شرمایا تو ہوتا

دل اسکی زلف میں اُلجھا چکے۔ فقیر اک مدد سنبھالیا تو ہوتا

یاد میری ہے پر بند ہے وہ یارِ مینا  
ہر قسم اُس کا نیا اُس کا ہے ہر پان و نیا

کی قیامت ہے شکر تری طرز غلام

پہرے اس سے غفروں کو ہوا چھوڑا۔ ایک مہر ہے اور اس کا خریدار دنیا

میں دیکھ جو سرمایے روتا کوئی ہوتا تو بسترِ راحت پہ فستق کوئی ہوتا

یہ دل ہی تھا نادان کہ تری زلف سے الجھا  
یوں اپنے کھنکھار نہ بوتا کوئی ہوتا

بلبل ہی تھی جانِ پختہ پر داز بھی جاننا  
پد میری طرح جان نہ کھوتا کوئی ہوتا

ہم بھی گل نلت جلیجے آئے دیتے

تنہائی میں آتا تو نہ طعناں مطلقاً نہیں۔ دل گرچہ مجھے پاس نہ ہوتا مگر

پچھلے جانب کو جیسے لوٹنے لجایا ہو گا  
کوئی اور اس کو سوا تیرے نہ بھجایا ہو گا

دشمن جس کو رسائی تھی وہی اس نے  
دشمن کے ہاتھوں سے لگایا ہوگا

دل میں جس شخص کے لئے سمایا ہوگا

درد دل ایسے عاصی کو سنایا ہوگا  
درد دل ایسے عاصی کو سنایا ہوگا

بے عطا تو ہیں جو ہے ہیں مفردہ برہم

میں بولن کا سنی ہے کم کھائے سے لگا ہیں کہ ہے غم میری غذا  
تو سے مشق تھک فرسوسن لگا نہیں کہ لگا غم میری غذا

وہ سسٹم ہے کہ سردار ہیں اگلے نم قریب

پیچھے نہ سیر ہوں لہذا کہ نہیں بند کئی  
 بڑی شواری سے =  
 تھے بھیجا زبواب ایک بھی عیاری سے  
 یہ بھی تمہے کا کھس  
 ہے حیات ابدی گر ہوشیاری حاصل  
 تیرے ہاتھن قائل  
 تیرے آب دم شیر کو تیرا بسمل  
 دیکھتے تھے باب تھا  
 ہوتے تھے ہر طرف ہر سو قدیر سے ہو  
 ہے یہ بات بجا  
 زور ویشن کا فرق چاہیے نہ جمع شادانا  
 مجھے تو بخشے اتنا رہن میں تجرہ پیدانا  
 کتاب میں دھرا ہے کیا بت کہ لکے کہ نہیں  
 ہلکے دلہ نقش کا مجموعہ تیرا فرمانا  
 غنیمت جان : وہ لکے کیفیت سے گلشن میں  
 دیکھتا وہ کسین جود جو کچھ نہ دل میں  
 دیکھتا وہ کسین جود جو کچھ نہ دل میں  
 غفر وہ نہ بید کی ہوتی ہے بہتر ہے  
 گرے گزندہ دل سے باؤ ہوتے مانتا  
 دیا اپنی خودی کو جو پہنے آٹھ سادہ جیروہ سلیج میں تھا نہ رہا  
 سہ پہرے میں اب زندہ پردہ نشین کوئی دوسرا لکے سوانہ رہا  
 نہ تھی حال کی جب ہم اپنے خبر ہے دیکھتے اور دن کے عیب نہ رہا  
 پڑی اپنی بُرائیوں پر جو لہو تو لگا ہ میں کوئی بُرا نہ رہا  
 ترے تیغ کے خیال میں کون سے دن اٹھے مجھے نہ فتنہ روزہ جزا  
 تری زلف کے دھیان میں کوئی شب مے سر پہ جو مہلا نہ رہا  
 ہیں ماضی باد کے دینے میں اب کہ دیر جو ساقی تو ہائے غصہ  
 کہ یہ عقد لٹا تا یہ دور طرب نہ ہے گاہ جان میں سدا نہ رہا  
 کئی روز میں کچھ وہ مہر تھا ہوا میرے جو سامنے جہلوہ نہا  
 مجھے مہر قرار نہ رہا نہ اسے پاس محباب دھیان نہ رہا  
 ترے خبر و تیغ کی آب روان ہوتی جبکہ سہیل ستمزدگان  
 گئے کتنے ہی قافلے خشک زبان کوئی تشہ آب تھا نہ رہا  
 لے جا ہاتھ دینے گر وہ رکھون مری جان بھی جلتے تو جلتے ہوں

کئے لاکھ غریب کروڑ خسون نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا  
ظفر آدمی اسی کو نہ ملے گا وہ جو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے پیش میں یاد خدا نہ رہی جسے پیش میں خوف خدا نہ رہا

یا مجھ انفرشتا مان بنا یا ہوتا یا مرا تاج گدایا نہ بنایا ہوتا

خاکساری کیلئے گرجہ بنایا تھا جو کاشخ خاک دو جانہ بنایا ہوتا

فتنہ عشق کا گڑھ دیا تھا جھکو عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

صوفیوں کے ہونہ تھا لاکھ صحبت لکھو قابل طہرہ زندانہ بنایا ہوتا

تھا جلانی اگر دوری ساقی ہے مجھ تو چرخ وریو میخانہ بنایا ہوتا

شعلہ مسن مہین نہ دکھایا اسنے روز بھل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا

روزمہ دور دنیا میں خرابی پر ظفر ایسی لبتی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

دلغ کیا دکھائے نگارے عشق کے گھر یہ آشنہاں

اس دلہا سے کیجئے گلا دلبری کا کیا ہوا دل ہی برخلاف تو شکوہ کسی کا کیا

جب تک کہ تو نہ ہو کاغذ کا پاش ہر دردش پائیگا کوئی خستہ فرا خستگی کا کیا

اس سے ہمہ ہے دل بکس کو دیکھئے ہوا بعد مرگ حال مری بکسی کا کیا

کہتے ہیں مجھ سے پھر دل بیتاب چلے ہیں کیا جانے مدعا ہے اب اس مدعی کا کیا

اک میں نہیں ہے دیدہ دنیا کوئی ظفر وحدت میں اسکی دخل ہے منہ علی کا کیا

آپ نے خوب کیا کاٹ کے گر سر پھیکا پر مری لاش کو کیوں کہ چہ سے باہر پیکا

تیرے گھر حیات ہی تیرا ہی دل نے جو فرق گرز میں پر بچھے اور گاہ فلک پر پھیکا

روشن برگ خزان دیدہ گل سے اسکی لے صبا تو نے ہمارا تین لاغر پھیکا

ہوں میں وہ سنگ کہ درمیانِ فلک سے بھوکا گرز میں دہرے گوپن میں پھر اگر پھیکا

دل سوزان کو مے لے تو لیا اسنے ظفر لیک جب چلے لگا ہاتھ میں لیک پھیکا

جگر کا وہ دسیا ہی میں گر سحاب بنا تو دل کا دلغ بھی تالیش میں آتھ بنا

جلو یا دل جو تم سے شعلہ لگھو نے مات فلک پہ نالہ مرانا دک شہا بنایا

دل شکستہ کی ترمیم کچھ دہستی کر  
 ہوئی نہ پاؤں تلک اُس کے دسترس نہیں  
 خدا کا گھر ہے بنا بنا اُٹھا قباب و بنا  
 ہمارا دیدہ نہ کیوں حلقہ رکاب بنا  
 فقر جو کھنڈ ہے احوال دل تجھے اپنا  
 تو ایک رقعہ سے کیا ہو دلیلا کتا بنا  
 ترمیمات کو گنہ جائے گا  
 تیرا بیمار مرنہ جائے گا  
 قاصد اشک کے سما میرے  
 کوئی وہاں نام نہ نہ جائے گا  
 ساتھ پہنچے کوئی بھی زیر زمین  
 غیر داغ جگر نہ جائے گا  
 بے چکے دلی نہ ہا میرا  
 کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا  
 گرچہ رملے گا ترا بیسار  
 تو نہ جائیگا پور نہ جائے گا  
 تو اگر جائے گا تو ساتھ تھے  
 سایہ سان کب فقر نہ جائے گا  
 وہاں دل نہ لگتا جو کوئی اور سا ہوتا  
 پہونچنے نہ لگتا تا جو کوئی اور سا ہوتا  
 زلفون کو دیا چوڑھے منہ تھا تھلا  
 میں ہی تھا جو خانہ شمس رہا شگے نری بات  
 کہ قدر مری تھنے سسکا رہ نہ جانی  
 دین گالیان تو نے ہمیں اور ہم نہ گئے کیکہ  
 بے مل دیکھے فقر بنے کہا کچھ بھی نہ ہو  
 ہلکے پورے مینے لے نہیں سے کہا  
 اساد ہے جو سے قتل کا تجھے قاتل  
 سراپے مل مانتی کو جان دی اپنی  
 قسم خدا کی تجھے قاصد اگر یہ پیغام  
 ہمیشہ کہتے یہ غیر کی طرف داری  
 فقر وہ دشمن جان ہے لے بجا نبرد  
 تیرے خیمہ کو کہاں چہڑے مر جان پہونچا  
 اس کی پشت لب ہاں بخش پہنکا خطا بنر  
 جب نہ فتنہ ق کو ترے لعل بخشان پہنکا  
 خطر کو یا کہ سر خیمہ جواں پہونچا



بخیر گر کون تھا جو چاک بگر کو سیتا  
 آنحضرت عشق سے جلتا ہے مرا خانہ دل  
 دیکھے صبح تری کون سے دن ہوتی ہے  
 لے ظفر چو پنے مرا ہاتھ کب اُس امن تک  
 بنے بھی کو عشق میں بدطن بنالیا  
 دعویٰ تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمیں  
 قہر بہشت تہ کو مبارک چوڑا ہوا  
 اللہ سے تیری مشکوٰۃ لی تھنے بنالیا  
 گویا شمع دیکھے کسی سے ظفر  
 جب گلگلا کے ساقی گھٹام ہنس پڑا  
 وندان کی تاب دیکھ کے انجم ہوئے نخل  
 کچھ تو خوش آئیں جھکو تری بزر بنالیا  
 تھا نچر دل گرفتہ نہایت ہی باخ میں  
 سیراب آب تن سے ہو کر برگ گل  
 بادش کے وقت چکے پہ بھل ہی کیا ہوا  
 کیا بت یاد آگئی اسکو کہ لے ظفر  
 کہے میں تھے تنہا ہر شب مجھے ہو جانا  
 بے طرح مجھے آنکھیں ہر لمحہ دکھاتے ہو  
 وہ تم سے بے جس کی تقدیر میں حبت ہو  
 نیند لے ظفر کیوں کہ دے جو شب چھو  
 کیا کہوں دل نائل زلف دو تا کیوں کر ہوا  
 سبکو محراب عبادت ہو تم ابرو سے یار  
 دیدہ حیران ہمارا تھا تمہارے نہیر یا

خوب بروقت تھنے ناوک جان بپوچھا  
 جھلک بانی کہیں لے دیدہ گریان پوچھا  
 میں تو مرنے کے قریب لے شب چراں پوچھا  
 ضعف سے جو نہ مے تابہ گریان پوچھا  
 تھا دل جو دوست اسکو بھی بوشن بنالیا  
 اُس بت سنا ایک دم میں برتن بنالیا  
 بنے لوگ گیار میں مکن بنالیا  
 پتھر بنا لیا ہے کہ آہن بنا لیا  
 تھو اُس نے یون جو پھیر کے حق بنالیا  
 شیشے نے قلعے کئے اور جام ہنس پڑا  
 وہ درجین جو شب کو لب بام ہنس پڑا  
 میں سن کے تیرے منہ سے جو تمام ہنس پڑا  
 پر کہ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا  
 ہر ایک زخیم عاشق ناکام ہنس پڑا  
 رونے پر میرے گرد وہ دلاام ہنس پڑا  
 وہ یک بیک جو سکے مرا نام ہنس پڑا  
 دو چار گھڑی اپنا دل کھول کے دو جانا  
 نشتر کہیں نہ لگا کھنکے دل میں نہ چھو جانا  
 دل دیکے تمہیں پہننے لے شعور رغو جانا  
 سر رکھ کے سر زانو اُس یا کے سوجانا  
 پھر بھلا جگا گرفتار کیا کیوں کر ہوا  
 آنکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیوں کر ہوا  
 جھکو حیرت ہے کہ پیدا نقش پاک کیوں کر ہوا

چہ نہ ہوا تھا ہوا ہم پر تھا ہے عشق میں  
 وہ تو ہے نا آشنا مسہور عالم میں نظر  
 عجب کہ دل کو کر کے جگر ہونے لگا  
 کچھ خبر فائدہ دی ایسی کہ سنتے ہی ہے  
 بنے کہہ کر اپنا حال دل دیا سب کو دل  
 مجھ سے عالم نے سن حیرت افزا کا نہ پوچھ  
 کچھ وہاں میں ہوا ہی پر ہے گاہ سو ہو  
 رست سب ہن گئے ساتھی نمود کی بات  
 ناتوانی سے یہ احوال ہوا ہے اب تو  
 ہر دولت میں کہ ہے جیسے نظر اوس کو خود  
 کہ شیون جو سو نہ خیم ہجران کی حقیقت  
 آنکھوں نے ہے دیدہ گریان سے کہا  
 جو حرف ہے مطلب کا وہ اشکوں سے ٹوہ  
 مدد کان تک صرف ہو ہر زخم میں میرے  
 حاضر ہے دل جہان کو ظفر یار کے آگے  
 کی جھلک امر کی مسکرائی آج  
 عجب روش سے وہ غمزدہ ہن ہنایا رو  
 ملا وہ شفیق تو پہلے کہے ظفر ہے  
 ایسی آنکھ نہیں سائی سینگ ماناں کی نمود  
 قدر عا کو تہہ دیکھ کے لے رشک میں  
 متعل زندہ لہجہ کے چمکے کہاں وہ درگوش  
 مراد سے جنون اس تری چالاکی کو  
 نین روشن کو جو زلفون سے پھیلا اُس نے

تھے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا  
 برضا جانے وہ کچھ آشنا کیونکر ہوا  
 اور اگر رونے کو رو کا دروسر ہونے لگا  
 دل سے میں مجھ لاد دل بے خبر ہونے لگا  
 ہر طرف رو مال پر مال تر ہونے لگا  
 آپ جہان آئینہ تو دیکھ کر ہونے لگا  
 کیا کروں بیتاب دل پھولے ظفر ہونے لگا  
 سو جتن یعنی نشے میں ہے بہت دود کی بات  
 کہ سنائی نہیں دیتی تیرے رنجور کی بات  
 خالی اندر وہ نہیں کچھ بیت نمود کی بات  
 کچھ بھی نہیں آتش سوزان کی حقیقت  
 کا دن سے سنا کرتے تھے طوفانی حقیقت  
 کیا خدا میں گم نہیں غم نہا کی حقیقت  
 قاتل نہیں کہ ایک تنگ دہان کی حقیقت  
 کچھ دل کی حقیقت ہے نہ کہ جان کی حقیقت  
 ہنسی میں سمجھ تیرا دوا آئی آج  
 کہ ہو گئی سے دل کی گرہ کشائی آج  
 سولے گریہ کے کچھ بات بن نہ آئی آج  
 کہ نظر نہ چڑھی ہر دہخشان کی نمود  
 گھٹی خاک میں سب مرد و گشتان کی نمود  
 ہے سر شام غمراختہ زبان کی نمود  
 نرہ نام کو بھی تار گریبان کی نمود  
 وصل کے دن ہی ہوئی اک شہر بزرگ نمود

اے ظفر خاک سے منان کا ہنسا ہوتا ————— خاک ہلکے پر لہے ترسے دامن سے درد  
 جان تار ایک ہی تھوڑی بہتی ہوئی جگہ ————— جب ملک یا ملک کا گوشہ دامن سے دور  
 رکھ فتنے کو مے کا لم نہ گستان صاف ————— طائر سدرہ نشین اگرچہ ہر گرم پرواز  
 پر کسی ہاتھ کے حضرت انسان سے دور ————— میسے نزدیک نہیں ہو کر ظفر کا فرشتہ  
 اس سے ایمان ہے دور اور وہاں سے دور ————— یا تو دور رکھتے تھے سرگوشی میں سے سنت  
 یا گئی ہونے غن پوٹی ہیں سے اس قدر ————— ہون گل و بیل میں سب ہی پختہ ہوتے  
 نیکی ایک چھپنے کاوشی ہیں سے اس قدر ————— کہتے گل بہن سفر کو ہے بے زینت سفر  
 لے ظفر کی نیکی سجدہ کی ہیں سے اس قدر ————— گل نشان آہاں است ابر بہار  
 نغمہ نیا کرو بسیل زار ————— طائر کبشا و بسیل در بجان  
 چشم واکر و نرگس ہیں ————— ہر سر سبزہ قعرہ شبنم  
 ناز ابریشم و در شہوار ————— گل نسا است جام نئے رکھ  
 مخمور دار و صراحتی کجناں ————— لے ظفر جام باد و از سر گیر  
 دور عیش است مہر و نکلند —————  
 ترقی ہے پازیب و سر کا مجھ مرز میں پر گوہر فلک پہ اختر  
 ہے سہیں جلوہ مناسک کر زمین پر گوہر فلک پہ اختر  
 و فواشکون کا ہے جلا سے نکلتے ناون میں ہی شراے  
 نہ کیو نہ کو ہن عشق پر پھسا و زمین پر گوہر فلک پہ اختر  
 پھولے پاؤں میں ہیں نمایان تو سر پہ رانج جن جن غوزان  
 نہ دیکھیں دیوانے تیرے کیون کر زمین پر گوہر فلک پہ اختر  
 اور دھر تو فکے پھٹے مین و بان اور ہی اشجار پر پر افغان  
 ہی ہے سیراک چین کے اندر زمین پر گوہر فلک پہ اختر  
 زمین نہایت ہی سخی یہ شکل ظفر ہے استاد پر وہ کمال

غرض دکھا ہی تھے بھاگ کر زمین پر گو ہر فلک پہ ہنستو  
 آئی گلشن میں بہا دلے دل فلک ہمارے — کر نہ وہ گل خوبی تر ہے کیا خاک ہمارے  
 جہن حسن پہ کی بھول رہا ہے اپنے نہیں نہنے کی سدا لے بت بیاک ہمارے  
 جا بجا خون شہیدان سے ہے آن زہن ہے ترے کہے میں لے قابل سفاک ہمارے  
 کون کت ہے گلون پر ہے جہن میں شہنم ہے تھے سامنے نجلت سے عرقناک ہمارے  
 نے ظفر مار گئی پر نہ کرے ناز کھی — دیکھے رنگین اگر اس شخص کی پوشاک ہمارے  
 ہر آتش سے ایسا ہے آب آتش کا طور دو دن میں جیسے جلے ہے رنگ عمار کا طور  
 بے رنگ فتنے کہتے ہی پسیدہ جہان میں گھر ہے بھارتی تو فتنہ ناز کا طور  
 و افواج اس میں ہے وہ حور میں کہاں شرفی کی دوز ناخ کا شیوا ادا کا طور  
 پیرین نہ ہو کسی سے کوئی خوب ہو کر زشت یہ ہے مثال آئینہ الی وفا کا طور  
 دکھلا دے ظفر ہمیں اس پر فریب نہ — مہر و وفا کے ڈھنگ میں ظلم و جفا کا طور  
 زلف آفتہ نہیں خالی تیغ و لبر کے پاس شاخ منیل باغ میں طوفان سے نیلوفر کے پاس  
 جیسے دل کے متعل رکھتا ہوں میں تصویر اور ہی صحت کا بلور ہے خلد کے ٹھوکے پاس  
 ابر کی کیفیت خالی ہیں بے سالی نہیں بادہ گلون سے شیشہ لکھتا سا بھر کے پاس  
 زلف کے گھٹنے کو تیرے بد چہرے درخشاں — جا نہیں سکتا کھی کا لاجھا مائے شے کے پاس  
 ہر آن پہ بھگت آفتہ ہو کیوں نہ شاگرد تعمیر اس غزل کو بجا کے پڑے ہر ایک لالہ تر کے پاس  
 شہر عشق نہیں ہے دل مالوس میں شے جہل رہا ہے جب اس پر وہ فافوس میں شے  
 جنبش شہر سے پرواز کے جہاز سے سر ہاتھ ملتی ہے کھڑی حسرت و افسوس میں شے  
 گھر میں درویش کے ہے رو شقی دل سے چلے — چاہے محفل اسکندر کا دوس میں شے  
 اس دل چلے کو چاہے کیا گور کا چراغ ہے داغ دل ہی کشتہ رنجور کا چراغ  
 اس رخ کے رو برو میں پر نور کا چراغ تمام سایوں سے جیسے کوئی در کا چراغ  
 کس شہر کے کہے سے آئی مہاکویون بھر کا حیات عاشق بھور کا چراغ  
 برونش زدن ہیں بہتے ہیں نیاں برونش — دیکھا ہے کس نے خانہ زہور کا چراغ

قربت پہ مکتوب کی مناسب ہے سائیا  
 رہش تو ہوا دم بادیہ انکس کا چراغ  
 یہ صبر صبر عادت دوران کا غم بھی سہتہ  
 کیون کر چنے کہیں دلی سرور کا چراغ  
 رہش تو ہے فرشتے کی بھی نہ پہچان  
 تو ہی تھر ہے مائے تیور کا جس چراغ  
 نہیں ہے گند کہ وہ جی کو نہ پہچانے  
 یہ دل ہے ٹوٹ نہ جا کے ذرا سناں کھینک  
 اگر بجز دل عاشق پہ نہ کسی کا جسگر  
 خدائے ناز کو تو اپنے دیکھ بھال کھینک  
 ہوا میں نامرادے شیخ نامہ بر کی طبع  
 ہر لکڑے ہاتھ سے ملن عشق میں سو لکھ کھینک  
 یہ کیا تر ہے تیرے خدا سے درصیا رہ  
 یہ پلو کھنے کے معن فکستہ بال کے چھینک  
 قہر کمال ہے عقیقہ دل کے ہاتھوں سے  
 جو ہر اس جو تو سینے سے ملن کھینک  
 بجا ہون بجز عشق میں شراب کے مول  
 گرک میں ختم ہو کر گئے کیسے سوال  
 ہوا لکھنے سے پہ وہ شہر و من ہے کج  
 کہ ماہ و نو کو بھی لیتا نہیں یہاں کے مول  
 غم وہ روئے کتابی ہے مصحف عشاق  
 کس کتاب کا کیا لکھے اوستی کے مول  
 خطا یہ گرا قاصدا کس کا کر سے نکل  
 بھگو جو اس نے کہا دور ہو کر سے نکل  
 منہ کیا ہے ہر رک نہ سکا کیا کروں  
 گری بی بی اشک تری دیدہ تر سے نکل  
 پار جس گئے ہوا تیرے غم پار کا  
 یہ وہ مائے تیرے جاتے ہر سے نکل  
 ہے بلو من خوش کو آپس میں لائے غم  
 گل ہے رائے بلبل و بلبل برائے گل  
 فلسفے ساتھ تو بھی زندگی سے کیا حاصل  
 فلسفے پہلے فنا ہو کر ہو لقا حاصل  
 چمکانے بعد میں آنکھوں کو سنے کبر دل  
 کہہ رہیگا تو اب اس سنہ کا حاصل  
 کھجور کے صاحبزادے اس کو دل دیا چنے  
 ہوا اند پر مین کچر منج کے سہا حاصل  
 ہزار پارہ کیا آنے تیغ سے دل کو  
 ہزار پارہ کیا آنے تیغ سے دل کو  
 ہوتا آپ کو بے خاک پائے غزالدین  
 کیا غم نے یہ کیا علم کیا حاصل  
 اتنا نہ پانے جاے سے باہر لکل کے گل  
 دنیہ ہے چللاؤ کا رستہ بھل کے گل  
 پیرا نہیں ہی تو دین چہ کر کہہ دیکھ کر قدم  
 کہتے کہ کن تیرے کو نکل میں بھل کے گل  
 کیا گل میگا ہم سے کہ بیجانے ہیں ہم  
 تو لاکھ اپنی چال کو غلام ہل کے گل

جمل کے جوش بھرت گل کی طبع اور ا  
 ارغھو سے دل ہے زلالے نگاہ دار  
 دل لگا لگا کے تم کو اے منم دیدیگے ہم  
 زاہد ہے منہ کو ہر گئی ذکیفیت نصیب  
 اگر کہن ہو گئے نشان کیا تم دم نہت مجھو  
 یہ بھی تھا تقدیر میں لکھا کہ اے زخا بختے  
 سب نکل جائیگا اے قاضی ہاری مرتین  
 کدو ہے دل کے بیگز پر جاتے ہم دوست  
 تری غمناک نہیں ہے دہناے غضب کے ہیں  
 شتہ لی خار حراں ابھی عقدہ کشائی کر  
 جلائیگے شالی برق غم من ہر طاقت کا  
 طبع منہ ہے کیا ہر انگریز ان مقابل ہ  
 ڈوب دیتے ہیں اگر ملبہ میں ایک عالم کو  
 غضب شے ہیں کیکی ماسحق پر لگے ہاتھ لے  
 ترمیر کو غلط کی تدبیر سے بد لون  
 زہر تاب بخت میں ملاوت ہے کچھ ایسی  
 بیماری بھران سے اب اتنی نہیں طاقت  
 انجم سے سے داغ سرا بھی جو کچھ تم  
 داند ہے نہیں دل کو فکر آہ جو بس ہو  
 صوفیان میں ہوں نہ زندہ یعنی یوں لکھا نہیں ہوا  
 مرہاقت ہے محبت میل غلب مشق ہے  
 اے غلام کی باتوں تجھ سے کچھ لکھا نہیں  
 جس جگر ہم چل دیاں گرو تہو تو کچھ نہیں

گلشن میں میرے ساتھ خدا عطرل کے چل  
 دو چار تیر چیک ہے آگے اجل کے چل  
 پر نہ دنیا اور کو ہر بھی قسم دیدیگے ہم  
 جام سے کیا اگر چہ اسکو جام ہم دیدیگے ہم  
 جس کے کہتے ہیں کہ پکڑ دھوا عالم دیدیگے ہم  
 یوں دل و جان میں وہ جان کھنڈ دیدیگے ہم  
 جب تڑپ کر دم تھے زیر قدم دیدیگے ہم  
 اے غفر کو ٹکر کسی کبیر رقم دیدیگے ہم  
 لے ہاتھ میں ترک بست یہ جلاے غضب کے ہیں  
 کہ ہنگام غلش یہ پاؤں کے کچھ غضب کے ہیں  
 وہ زسار آتشیں آتش کے پر کاے غضب کے ہیں  
 تپ غم سے سے ہونٹو نہیں بتھاے غضب کے ہیں  
 ترے اے بحر خوبی کان کے لے غضب کے ہیں  
 غفرو بھی غضب پر تو لٹے دلے غضب کے ہیں  
 تقدیر کو کس طبع سے تقدیر سے بد لون  
 میں اس کو نہ ہر گشت کرد شیر سے بد لون  
 بستر چ جو کر وٹ کسی تدبیر سے بد لون  
 اس بات ہے شرک اس فلک پیر سے بد لون  
 اس پنجر کو میں خیر لغو پیر سے بد لون  
 اے توبندہ خدا کا چہ ان گن گنہا میں بد لون  
 خواہ بہن میں کانون میں خواہ دنیا اندھین  
 لیکن اپنے خردین کے نقش پر وہ نہیں ہوں  
 اور جہان تو ہو وہاں قابو نہ ہو تو کچھ نہیں

محفل کسے زانو کے نیچے ہونہ ہو  
 عشق میں لذت ہے کیا یاد و بجز سوز و گداز  
 بس میں کہنے کو دل ہوں کہ کہہ انہوں کہہ کر  
 بے اشتائے یا نہ کہیوں کہ چلے تیغ اصل  
 چاہے رہیں مڑ ہوں کو قفس انداز لطف  
 پاس اپنے اس کو کیونکہ تیر کھینچ لوں  
 چاہے ہے لطف یار کہ میں اپنے نام میں  
 آخر وہ جان صبح کو کہ بیاہیگی سفر  
 میں وہ قلندر ی ہوں کہ غنہ کو دن بھر  
 کیا عقل ہے جس کو کہوں سوچو کہ غلظ  
 خواب میں جلوہ جو شب اس نے دکھایا جھکو  
 چین تھا خواب عدم میں مجھے اے شرفشکو  
 چاندنی کی سیر خواہ تا محروم کیا گئے  
 غم نظر آ جاؤ شاید اس ہوس میں آگے ہم  
 اگر نہیں ہے ربط کہ باہم تو پھر محفل میں شب  
 ہر دیا ہے تشریف سام سے گلگون تجھے  
 اک نگر دیکھ لکھا رہے مجھے  
 آئے چاروں ہاتھ کسی اور کو  
 فتنے کی امید تھی لیکن ہوا  
 آگ اگر آنکھ پر آئی تو کیسے  
 کہیں کس وجہ ہم منہ سے نہیں کہہ لائے  
 رقیب اور ہم میں وہ دن اس کو کیوں پاک امت  
 نہیں رہے ہر لکھو چٹ ہے وہ لپٹ کر ٹھہرے

آنکے نالہ پر مراد الزام ہو تو کہ نہیں  
 لب پہ نالہ چشم میں آئے ہوں تو کہ نہیں  
 تیری آنکھوں کا اگر گداز نہ ہو تو کہ نہیں  
 جنگ سکی جنس ابرو نہ ہو تو کہ نہیں  
 زہب گل خوشبو سے ہے خوشبو نہ ہو تو کہ نہیں  
 گلاب میں بھی دیکھوں تو تصویر کچھ نہ ہو  
 دل کو مثال مرغ ہوا اگر کھینچ لوں  
 دو چار اور نالہ ششگیر کھینچ لوں  
 ساری کراہت نکلے پیر کھینچ لوں  
 جس دم کروں ارادہ تحریر کچھ نہ ہو  
 صبح تک غش میں رہا ہوش نہ آیا مجھ کو  
 تو نے کیوں دشمن آرام جگا یا مجھ کو  
 اور ہم انکا رخ رشک فر دیکھا گئے  
 صبح سے تا شام سوتے رہ گزر دیکھا گئے  
 تم نہیں اور وہ بھی کیوں اے نظر دیکھا گئے  
 شیشہ نعل ہے بہت نازکی وہ کیونکر دن تجھے  
 کم گئی نے تری ماسا مجھے  
 مینے یہ جانا کہ پکھلا رہے  
 زلف کے سوئے میں غما رہے  
 یا ہے وہ کل کا اشارا رہے  
 ہوا بدنام عالم میں ہلکا نام ان ہے  
 کہ الفت صبح ہے ہے محبت شام ان ہے  
 کہ یہ جو دشمنی میں ہے کنار باہم ان ہے

جو نکل حاضر لقا میرے ہے قتلِ بین  
 بھوسے پیچے میں وہ غصے میں لہو لٹکے جوت  
 نہ زیب باغِ ان سے ہے زیبِ علمِ ان سے  
 ظفر شاید کہ تم کو خواہش دشنام لے ہے  
 نامہ ہے پہلے میرا نام سکرِ ہنس پڑے  
 عاشقِ آرزو نہ ہو ہرگز جھٹائے یا سے  
 بزمِ بیکرِ زبانِ ساقی کی کہ اس لطف سے  
 یہ غرور جاہِ خائف و دشمنی کی بات ہے  
 تہ دیکھ بھل و دانش کو کہ آفرینے کفر  
 نہ بند کبیرے تیرے کو پٹے کھاتے  
 یون شریکی چٹی کہ نہ لٹھیا بنے  
 لے قہر اس سے نہ کہ بات کو دیکھا سو بار  
 ہم ہے شیشہ ساقی بھی ہر شاہی ہے  
 کہ تہ اپنی طرف سے طلبِ ساغر سے  
 نیشہ خالی ہو تو خمِ پاس صحرابِ بھریز  
 وہ بھی سرست ہے ہم بھی نشے میں شرد  
 یا ہے یا ہے ساتھ قہر یوس و کند  
 آتشِ الفت مل بیتاب میں دشمن ہوئی  
 تادو جانان ہیں اول تو جانا منہ ہے  
 حلقہ در گزایا بھی تو بوسے کون ہے  
 آکھڑاٹھا کہ بھی اگر دیکھا تو وہ پردہ میں ہے  
 سنے بھی وہ کسی صورت سے گئے تو کبیر  
 عاشقانہ شہر بھی کوئی پڑھتا تو پڑھ کے پھر  
 آہ بھر کہ کہ اگر آس نہ ہائے بھی تو کبیر  
 بات گر دل کی جانی بھی تو پھر جانی  
 اور گئے تو حلقہ در کا پلانا منہ ہے  
 اب بتائیں کیا کہ نام اپنا بتانا منہ ہے  
 سنے ہے پردہ ہو کر آگے آنا منہ ہے  
 ہونا ہنسنا تو کیا دان سکرانا منہ ہے  
 آہ بھرنا منہ ہے آس نہ ہانا منہ ہے  
 وہ جو دل کی بات اسکا جتنا منہ ہے  
 لے ظفر ایسی جگر دل ہی لگانا منہ ہے



کافر تھے اللہ نے صورت تو بدی دی  
 دی تو نے مجھے سلطنت جو براے عشق  
 پر جیف تھے میں صحت مذوری دی  
 ہو تون کو مشک مری آنکھوں کو تری دی  
 کیا کیا پریشانی و آفتہ سری دی  
 تو نے نہ اجازت مجھے لے بال چری دی  
 گویا کرو عالم سے طعنے بے خبری دی  
 جیسی اب ہے سری غفلت کبھی ایسی تو نہ تھی  
 بیقرار سی تھے لے دل کبھی ایسی تو نہ تھی  
 دوترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی  
 جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی  
 خوتری حور خائل کبھی ایسی تو نہ تھی  
 ہے غضب بچے بچائے کس غضب میں پڑ گئے  
 اسنے کیا ہو گا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے  
 پڑے کیا آنکھوں پر پنج بے سبب میں پڑ گئے  
 تفرقے اب لے فراق یارب میں پڑ گئے  
 سیدھے سے جو درد و کم اب میں پڑ گئے  
 آجکل سانسہ جن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی  
 ساز بگڑے ہے تھکے ہے صد بگڑی ہوئی  
 سرے ہے بگڑی جو تیرے نادا بگڑی ہوئی  
 ہے تری خوب طمع لے دل بگڑی ہوئی  
 لے طمع بات لے کوئی بنا بگڑی ہوئی  
 تو کہے اس سے یہ باز د آجے گا ہے  
 اس طرف بھی تھیں لازم ہے تھکے گا ہے  
 دہم خطہ خطہ نہیں گا ہے گا ہے

کافر تھے اللہ نے صورت تو بدی دی  
 دی تو نے مجھے سلطنت جو براے عشق  
 کافر تھے سوائے سیر زلف نے بھسکو  
 صبا نے دی رخصت پر دانہ پرافسوس  
 ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار  
 بات کرنی مجھے مشکل کبھی اڑی تو نہ تھی  
 دیکھا ہیں کے کون کچھ ترا صبر و قرار  
 گویا کہ کوب کین ہے قتل لے دل  
 چشم قاتل مری دشمن تھی ہمیشہ لیکن ہے  
 کیا سب تو بگڑے طعنے ہر بار  
 حضرت دل عشق کے بیچ و لب میں پڑ گئے  
 کار دنیا ہوے یا ہو کار دین محنت ہے شرط  
 کیوں او دھر خیم عنایت سے نہیں پڑتی نظر  
 دل کہیں ہے میں کہیں ہوں او کہیں میرے عواس  
 منزل مقصد کو وہ پہنچنے آسانی طفر  
 صحت گان ہے نقطہ بل سے کیا بگڑی ہوئی  
 دل شکستہ کا سخن کیوں کر نہ ہوئے نادرست  
 کھل گئی ہم پر کہ زندہ دن سے کہیں بگڑتی گئی  
 دیکھے کیسے بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو  
 ہیں بھی باتیں جانتے پر ہیں قاتل اسکے ہم  
 کوئی جلتے جو اُدھر شام دیکھا ہے گا ہے  
 چلبے زخم سر خال بنا ہے گا ہے

دل پر شورش ہے سدایہ چہ دم دم سو  
 مشک مجھ آئینوں میں ہے رنگہ زمار کا ند  
 ہر سو چہ چہ نہ تامل دل غم پر در  
 ہے بلا کز تائبہ جو دم غم پر در  
 دل کو فرصت نہیں اتنی کر کے گاہ ہے  
 کیا کہوں کیونکہ غم میں گھر دیاں گن گن  
 دن ہے ہم رات کیا کرتے ہیں اس سے دن  
 مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم سن  
 بزم جہاں میں ہیں بار کہاں ہے لیکن  
 دیکھ لیتے ہیں اسے ہم سرا ہے گاہ ہے  
 فرصت کیا کہی کہ ندی دگر جو دم غم نے  
 خون کے دریا کی جاری چشم غم نے  
 جو نہ کہنا تھا کیا تیرے لئے عالم نے  
 اجڑیہ عہد کیا چاد کے تم کو ہم نے  
 دیکھو یہ کوئی اس کو چاہے گاہ ہے  
 جس میں عشق میں کس شمع کے ہون چہ نہ ہو  
 کہ قتل لبت ہے اور چشم نے خوں تاب  
 دیکھا اس کو بھی ایک ن پریشاں چشم بکتاب  
 وہ بھی ہو جائے گا میری جہاں ہے جیاب  
 اُس کو پہنچا ہے غم مدد کر کے گاہ ہے

## حصہ دوم

شاہنشاہ دلاور شدک اللہ تبارک  
 اللہ ری تری جنبش مرغان ستم کش  
 تیرے رخ دشمن کے تصور سے ہنسنے  
 جانیگی نکل جان مری دیکھ کساندار  
 باندہ محبت میں نہ دل بیچ تو اپنا  
 لے لے قصہ تو ہی اس جان چلن جانیگا  
 جا کے کہہ کیا کر یگا تیرا عاشق لے ستم  
 ہلنے دو جاتا ہے گر مردان کا کاروان  
 دام سے صیاد مرغ نالو ان بھوٹا تو گیا  
 کون ہے قاصد نظر ایسا بجز اشک روان  
 جب تنہا ساقی پار ہمارا ہم تھے اور میخانہ تھا  
 حسن و جمال یا نظر جب رات کو بزم افروز ہوا  
 زما کا بعبید یاری سے نہ بیداری سے ہاتھ آیا  
 ہوا حق میں ہمارے کیون ستم کار کساندار  
 فقر جو دو جہان میں گو ہر مقصود تھا اپنا  
 پاروں سے ہماری پاسداری کی ترک  
 بر شیعہ دونا کا ترک کرتے کیونکر  
 غم بھی نہ ہو غمسا میرا افسوس  
 جو کہ تھا وہ اپنے دل سے سب ترک کیا  
 جس دن سے دیا فقر دل اسکو اپنا  
 دلائے تون نے ہے یاری کی ترک  
 دیتا نہیں تو جسم تو ساقی ہم نے  
 پہا نائے تیرے جیسے دیکھا نہ بھلا  
 اک پہا میں کئے تو نے دو عالم تہہ بالا  
 ہے کہہ تارک میں عاشق کے دو جالا  
 تیرا پنا اگر تو نے مجھ دل سے نکالا  
 یک جاتا ہے ساتھ ساتھ کفر بیچنے والا  
 اور تو ایسا نہیں کوئی جو دان تک جانیگا  
 وہ اگر جانیگا تیرے آستان تک جانیگا  
 غم جانیگا کہیں آئے لہا تک جانیگا  
 یہ نہیں اسید اڑ کر آشیان تک جانیگا  
 لیے جو پیغام دل اس دستان تک جانیگا  
 اب وہ کہاں دن کیفیت کے نہ بھی گناہ تھا  
 شمع سحر پر نور پرانے بھی اک پردہ تھا  
 خدا آگاہ ہے دل کی خبر داری سے ہاتھ آیا  
 کوئی پہچان کرے ظلم کی سنگاری سے ہاتھ آیا  
 جناب خود دین کی دودھ گاری سے ہاتھ آیا  
 بنے پاروں کی اپنی یاری کی ترک  
 تو نے نہ کہیں ستم شکاری کی ترک  
 اور دن نے تو مری غم کی ترک  
 لیکن نہ محبت اک تھا داری کی ترک  
 اُس دن سے نہ بنے آہ و نادی کی ترک  
 پر پہننے نہ اٹھی پاس داری کی ترک  
 لے کعبہ ہی سے شراب خداری کی ترک

سوار غما ہوئے دیکھوڑا ملنا ۛ  
 میں غم کی گھانا ہون اپنا غموار  
 جس دن سے کہ دم تری محبت کا بھرا  
 جس نشتے میں مست ہو تری سے الفت کے ہم  
 آگئی صورت نظر کس عالم تصویر کی  
 دیکھ کر رنگ بولوا جب تک تکیا ہوا  
 اور کچھ متعجب نہیں پر دیکھ لیتے ہیں بہت  
 ان بتوں کی صورتوں میں اور کیا ہے نظر  
 قتل کرانی میں مجھے کس کی سیل آنکھیں  
 دک بھوک انکی پی ہا ہے دل سے میرے  
 دل کے لینے ہی کے سوا کچھ ہی نہیں نظر  
 جان عالم ہو کوئی کچھ جدا رکھے نہیں  
 خود نما ہو کوئی پرو میں کیا رکھے نہیں  
 تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے  
 نکلے دم جب تک کے سیر آہ بائیں پر مہ  
 اس کے من حیرت افکار کو دیکھو نظر  
 بولالہ دوست خدائی کے قربان  
 دکھائے ہر رنگ میں جلوہ اپنا  
 کہوں رہے کیا تیرے دے کے گدا کا  
 یہ اک دل تو کیا ہے اگر فاکہ دل ہوں  
 غلام ہو تجھ میں تو کیا جانے کیا ہو  
 ترے شہوہ آشنا کے صد تے  
 کیا صاف ہاتھ اس نے پہلے ہی ۛ

کہ نہ آمد و رفت ابکی باہکی ترک  
 یاروں نے تو میری غمگاری کی ترک  
 اک دم نہ نظر نے آہ و زاری کی ترک  
 عمر کرنے ہی بسترک ساتھ کیفیت کے ہم  
 صورت تصویر جو علم میں ہیں حیرت کے ہم  
 ڈھنگ ابھی سے دیکھتے ہیں اور کچھ وقت کے ہم  
 صورت آئینہ عاشق میں تری صورت کے ہم  
 میں تہلے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم  
 رتب ہیں خون سے میری روز میلی آنکھیں  
 کتنی شرکان ہیں بڑی تری نکلی آنکھیں  
 اس شکر کی قیامت ہی ڈھیل آنکھیں  
 زندگی چلے بتو تے خدا کے تہیں  
 وہ سکے درپردہ جو دلیں چھپائے تہیں  
 اس بھلنے پر ہو یار اپنا بنا سکے تہیں  
 کوئی ایسا ہو کہ با تو میں دھار سکے تہیں  
 عمر بھر آئینہ سالن وہ چشم و رکھ تہیں  
 تو ہو شاخ نازک کلائی کے قربان  
 میں اس شوخ خود نمائی کے قربان  
 کہ شاہی ہو جس کی کدائی کے قربان  
 تو کیجیے تری دلربائی کے قربان  
 کہ دل ہے تری ہو فانی کے قربان  
 تری ملاقات شنائی کے قربان  
 نظر اس کی تیغ آرائی کے قربان

دوستو کی کوئی پناہ نہیں کہی میں مولاؑ  
 جو ہر وقت دشمنوں کی دوستی میں ڈال دیا  
 کہ تک میں مال دیاں کھینک نہیں میں مولاؑ  
 ہاتھ سے باگ بنی میں بدعتی میں مولاؑ  
 جا کے مشیت خاک بنی اس گلی میں مولاؑ  
 نابھان چرک کش کو سے کشاں میں مولاؑ  
 دو تک شہرہ جنوں سے عاشقی میں مولاؑ  
 لے تھر میں تاج و دیوا گلی میں مولاؑ  
 جو کچھ تھوڑا سا سیکھے میں کسی کے ہو کچھ میں  
 نہیں سیکھے کسی کھوکھ کے پناہ کچھ میں  
 مگر ہم زندگی سے ہاتھ بندھو کے سیکھے میں  
 تھر دو کام یہ ہم فیض سے ان کے سیکھے میں  
 کہ خوش نہ آئی ہیں ناز و عشق کی بو  
 بدن میں بس گئی نسرتیں و فطرت کی بو  
 کہ ہو پختی اڈ کے نہ ہم چمک گئی چمن کی بو  
 ہر ایک گل سے جو آئی ترے بدن کی بو  
 عجب نہیں جو سکے خون کو چمن کی بو  
 جگر کو سینہ کو پیو کو دل کو جسم کو جان کو  
 الم کو یاس کو مسرت کو تپائی کو حرمان کو  
 ہوا کو آبر کو گل کو چمن کو صحن بستن کو  
 سو کو خم کو گئے کو میکہ کو عطر برتن کو  
 ملک کو دیو کو چمن کو پری کو حور و غلام کو  
 کہ دنیا حذر دینے میں نہ میں جیسے قسم میں  
 کہیں جب تک نہ وہ نہتے کہان اسی میں پہلو

دوستو کی کوئی پناہ نہیں کہی میں مولاؑ  
 بات دھرتے ہو مگر میں پڑ سے دنا بھی  
 تو میں دھرت جھڑپا ہے یہ پھانے بھی  
 لے مہا کہ بہری اتنی کہ ہم میں خاکسار  
 اس کی شہرست کو دھرتی ہے اگر دالون نظر  
 پہنچائے اپنے ہون گے ہو لذت اشتہا  
 تھن ڈالے چنائی اب ہے دانا فی کج  
 ہم کچھ سیکھے میں نہ ہم کچھ سیکھے میں  
 کسی کو کراہی کھوکھ کے سیکھے ہم فن الفت  
 کسی کو کراہی آتی ہے راو در سمجھا بازی  
 بہن خنق محبت نے کھائی تاکہ دزداری  
 بھری دماغ میں کس زلف پر شکن کی بو  
 لگا جانے جو اس حیرت چمن کو گلے  
 چمن سے دور ہوا اس قدر نفس میرا  
 عرق نشان کہیں گلشن میں تو ہوا شاید  
 اثر سے عشق کے دالون کوہ میں ہر گل  
 جلا تا آپ پہنے ضبط کر کر آہ سوزان کو  
 ہمیشہ گنج نشین میں خوش ہر تھکے میں  
 نہ وہب تو ہم نے ساقی بھلا پھر کیا کہ کوئی  
 نہیں قفل دعا دیتا ہے شیشہ در بہر ساق  
 بیلے تھر خالق نے تک انسان سے بہتر  
 دل د جان دیند ایمان ہے جو لینا ہم لہو  
 ہر سالہ کھان لہو پر اس کا ہے رشتہ کی

تم نے میں گری میں نعل کو دل سے مٹا کر  
 جس سے حضرت مال شوق کے ہاند میں سودا  
 نہیں ہے اعتبار اندوہ لکھ رہی ہو جلتے  
 جاؤ اس بن اگر وہ دم نہیں تم مبالغہ  
 چمکتے تفرقہ نہیں ہو گئے کسی کی زلف  
 تنہا کہ اسے ترانہ سے کہنا ساقی  
 میکہ جان مبادی کو ساقی کے بغیر  
 تم سداں ہو ظفر خوب نہیں عشق بتان  
 دے کیا جانے نکلا ہے کہ ہر کار راستہ  
 جہیز شوق کی تاثیر سے قاصد نے جسے  
 پارہ زخم کو سینہ کے نکلتے ٹانگے  
 پاسبان ہو گئے تھے کہ پہ میں لاکھوں کھن  
 ہی کھولے دیئے تھے کہ ہوس شیشہ  
 کھو بھٹے ہی شیشہ کا اٹا ہوا ہے ساقی  
 کیا خوب پہنچ رہا وہ گر بادہ پرستوں کے  
 ہے بن میں تھر گئے خالی دم مینوشی  
 پیش سگداری کہ تم کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 خوب گندی رہی اور وہی نشا و عشق میں  
 ہو کھنڈا ہوا اپنی خاکساری کا ہندو  
 ہونے لگا یہ کہہ کے کہی گل سدا کہ کیا کیا  
 شکوہ نہ کر پئے تمہارے جو لکائی ہے بات  
 اپنے سے نہیں بڑی آواز گر گج جائیگی  
 جس میں آہنگ لگا ہوا ہر وہی کل کی طرف

کوئی دم تنہا شوق کے ذرا سایہ میں مہم بیلو  
 اگر لیتے ہو اپنے واسطے تم مول غم بیلو  
 نشتہ انکے ہاتھوں کے ظفر تم یہ کلمہ بیلو  
 حضرت دل ہیں کہ کام نہیں تم مبالغہ  
 بھینا خوب بدم نہیں تم مبالغہ  
 کوئی پیتے ہو جو جام نہیں تم مبالغہ  
 ہے یہ آتش کے گفام نہیں تم مبالغہ  
 اور اگر یہ ہے تو اسلام نہیں تم مبالغہ  
 تیرے گھوڑے تو ہے سید امیر مگر کھن  
 طے گھری بھر میں یک آن پھر کا راستہ  
 بند ہو جائیگا فریاد جگر کا راستہ  
 روک سکے گا نہیں کوئی ظفر کا راستہ  
 پر سنا تہہ ہی بجلی کے آٹا نفس شیشہ  
 ہونے لگے گلون سے مرغ قفس شیشہ  
 ہو گندہ تربت پر ساقی کو بس شیشہ  
 شیشہ کو بس ساغر اور غم کو بس شیشہ  
 بھگتی ہو اس سگداری کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 اپنی بھی سنجہ والہ کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 باسے اس خاک قدم کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 وہ نسیم صبح دم کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 اے ظفر کے کوم کے ساتھ ابھی نہیں گئی  
 دیکھتا ہے ہر ملک بیری ہی نظر لگ جائیگی  
 پاؤں میں ہندی تھے اے فتنہ گر لگ جائیگی

چنے ایسا نہیں مانا انتخاب دل ہے  
 تم پہ چہ کسی سے کوہِ دلدار میں  
 گر سوچو ہے آہِ آفتاب و سہائے خلق  
 صلح کی ٹھہری تہ ذرا کی ہو جسکی  
 یاد کرتے ہیں سچے ظاہر نہ کہ مشقِ بستان  
 کل نظر بیٹھے تھے کیا سادہ کج پھر  
 اس کا دست سے بکرا ایسی سستی لگ گئی  
 اک نیک پر بیباک مول تو نے میرا دل  
 آسنے میں ہنس کر گزاری عرفیت میں غفر  
 تری نظر اصرار و سر کی نہ ہو گئی  
 ہم عوز و دشمن ہیں تمہے جسکو کی خبر  
 محتاج رہ نکلے نہیں رہ رہ و عدم  
 کرو نہ فکر عری گزاری کی کھنچ  
 بنے تو اپنے دل کی کسے کہی نہ تھی  
 کھنچ کے تو تیرے جی ششیر آدھی رہ گئی  
 کہ کے ساری حقیقت ہم نہ اکیلے رہا  
 کھینچتا تھا راکھ میں غم میں غمیرا  
 کہ تھیں اس کو کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں  
 دے نہ دے نہ نہ خیرنی بیگیا جھوٹا نظر  
 دل پہ جلتے زلف گرہ گیر ڈال دی  
 جب مدبر وہ آئے تو پائے نگاہ میں  
 کھسا ہو چنے اپنی سرنگندگی کا حال  
 کینا کد دل مرا ہوا خالی کہ اور بھی

دیر زنجیر دہان لے رہا جسکا جی  
 جتنی کہ نہ کہ دل کی خبر گسبا جی  
 جگر افلاک کو آگ لے نظر گسبا جی  
 ہو چکی صاحبِ محبت آزادی ہو جسکی  
 راہِ روا آگاہ جب ساری خدائی ہو جسکی  
 سیکڑ کا قصد ہے تو بار سائی ہو جسکی  
 چٹ گئی پہ پہ گوری سے پرستی لگ گئی  
 دیکھ تیرے ہاتھ پہ کیا جنس سستی لگ گئی  
 مثل گل جھوک بولنے باغِ سستی لگ گئی  
 چسابت کی میری جھوک خبر کی نہ ہو گئی  
 کھنچے ہو کے شام صحر کی نہ ہو گئی  
 معلوم انکو راہ سفر کی نہ ہو گئی  
 غافل یہ سو پنج اتنی بسر کی نہ ہو گئی  
 ظاہر وہ بات سب میں نظر کی نہ ہو گئی  
 غم جان عاشق دگر آدھی رہ گئی  
 جھنڈین آدھی ہوئی نظر آدھی رہ گئی  
 جاگ اٹھائیں گھنٹی نصیر کوئی رہ گئی  
 تھقی خاصیت کسیر آدھی رہ گئی  
 دن کے جانے میں مری وقتیر آدھی رہ گئی  
 تو نے مصیبت لے مری تقدیر گواہی  
 سوچ رشک خیشد نے بیخود الہی  
 گردن قلم نے ہی دم سحر جمال دی  
 تو نے لوہا لالہ بکیر ڈال دی

کبوتر نہ فر دلی عالم میں لے نظر — تجھے سخن میں عشق نے تاخیر ڈال ڈی  
 حریف دل وہاں کے جانکی شادی میں پڑے — ہائے بھٹے بھٹے کس غرابی میں پڑے  
 پونچھے آنسو نے کسے سج تہلے شک عشق — ہیں ہر وہ جسے عرق بین گلابی میں پڑے  
 بات وہ اُس سے کہے جو ایک کہہ کر سوئے — منہ پہ کون اس شمع کے حاضر حجابی میں پڑے  
 دل کی سریش دھکیر سینے میں مرغان کباب — رنگ سے بچتے ہیں دوکان کبابی میں پڑے  
 کیا میں اس کے ٹھکانے پوش چہرے نظر — روزگاہ مست صین بے سببی میں پڑے  
 تکتی کوئی میں کہی کام آئیگی لے سے کشو — رہنے دو دو چار قطرے تو گلابی میں پڑے  
 کی جو بچے تپ کہ چر کی شب مرہین — رات بھر سو لگے تم ہاتھانی میں پڑے  
 گزرتے بارسا تہ پہنے نہیں کھانیکا لطف — چہرہ اب ہاتھ دو دن کار کابی میں پڑے  
 جو تین زلیف جان کی اگر لیتے تو ہم لیتے — بلا کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے  
 اُسے کیا کام تھا وہ بے خبر کون پہننا پھرتا — دل گم شدہ کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے  
 نہ لیا مول سودا کوئی بازارِ محبت کا — مگر کچھ جان اپنی بچھ لیتے تو ہم لیتے۔  
 نہ تھا کوئی منت کش تری خمیر کا پرگز — یہ احسان سر پہ لے بیداو گزرتے تو ہم لیتے  
 لگایا جامے ہوٹوں سے نہ ہو کر ڈال — کہ پورے ان کے لب کالے نظر لیتے تو ہم لیتے  
 آنے کی ہی میں یان تم کیون ٹھانے نہ لے — کھینچا ہے جذب بدل جب جنت نہ لے  
 ہوتا عذر نہ تم کو گر خاک سے ہمارے — دامن کو تم وہیں سے گزرتے نہ آتے  
 ہم ملنے تھا لے تھے سادگی سے — تورا اگر تھا سے پہچانتے نہ آتے  
 توانہ تیرے در پر گر ہو کر دل ہمارا — گلیہ کی خاک نامق کیون چھلتے نہ آتے  
 اندس آگے یون اُس کے قریب میں ہم — کہنا ظفر ہمارا اگر مانتے نہ آتے  
 تم وہاں شول شب کو محفل آرائی میں تھے — ہم یہاں بیتاب کیا کیا کج تنہائی میں تھے  
 جب تک عاشق نہ تھے اُس شوق ہرجائی پیم — شہرہ آفاق ہو کا بیکو رسوائی میں تھے  
 مسجدوں میں اسطرح کلبے کو لگاتے تھے سر — اس صحن کے در پہ جب تک ہم صیں سالی میں تھے  
 دھکڑاں قدر فنا کو میں میں کٹ گئے — سرور و مغرور کیش اپنی رغبائی میں تھے  
 بڑا بڑا میں میں سے نہ لے ناٹکب — ہو کر ہوئی اسے نظر کب کیا سببائی میں تھے



## بہارِ رومن کا رسم انتخاب دیوان شادان حلال

جبہ پہنے سونا گریمان سے نکالا ہوا  
 بیل نے قدم پر دھکتی سے نکالا ہوا  
 صوفی کو دعا جس نے کب مذہب صوفی  
 نخت کو اسی نے سر زندان سے نکالا ہوا  
 نازان میں اس بات پہ عشاق کو شادان  
 دگر نہ کھو چاد و رخسار ان سے نکالا ہوا  
 جو درختا ہر جگہ کہہ تھا یا تنہا تھا  
 گھر بزاروں تھے گرد و ایک صاحب شادان  
 رات کو کی خوب گزری پتے ہم پتے ہیں  
 اس طرف میں صاف وہ پہنچا ہوا تھا  
 دیکھ سکو صوفی شادان بہو تا شاد کیوں  
 شاد و میرا تخت پر زیند و یک شادان تھا  
 دین زخم جو خندان نہوا تھا سو ہوا  
 اب تک عشق نہ پاں نہوا تھا سو ہوا  
 پاس کے آجی تاثیر میں لب و لہجی ہوا  
 جو کج و دشت گشتان نہوا تھا سو ہوا  
 عشق چھتا ہی نہیں لاکھ رکھو پٹے میں  
 کبھی بدنام جو شادان نہوا تھا سو ہوا  
 اس جھکے سے سے سانسے محبوب ہوا  
 جس کے گنے سے زمانے میں یک آغوش ہوا  
 آفرین اسکو محبت کی بت جس سے ہوئی  
 کیا پسند یہ وزانے میں یہ اسلوب ہوا  
 یاد اند کی کرتا ہے جہاں نہیں شادان  
 صوفیوں میں وہ اسی واسطے محبوب ہوا  
 لب تشہ کام کیوں نہ ہے تیرے جام کا  
 ہر کوئی لگا ہے لب صل فہام کا  
 بیوسیان سلام تم اس عشق باز کا  
 جو مقرر کھڑا ہے تہا سے سلام کا  
 یاد مسم میں کیونکہ نہ شادان جہد زشب  
 چکا ہڑا ہے اس کو تو شرب عام کا  
 مشوق ماضی کو کس طرح سے پیش آیا  
 جیسا کہ میں چاہا تھا اس سے بھی معنی آیا  
 کیا خوب لڑائی ہے لڑائی کو ہر صفت میں  
 جب سامنے آنے کے وہ وہ کیش آیا  
 قدرت ہے جب اس کی کہ میں نہیں آتی  
 کیا شہد سے آلودہ زبور کا نیش آیا  
 کیا کہیے کہ شادان ہے قسمت کا معنی کیا  
 تھا وہ نہیں آیا باد لہر غریبش آیا  
 سوائے لطف کے ابی ہمار میں کیا تھا  
 بجز پالہ کف باد و خوار میں کیا تھا  
 قرار دے کیا ہکو تھی خوشی اس کی  
 دگر نہ یار کے قول و قرار میں کیا تھا

غزوہ باد ہو تم کو قوج کو شادان — کہ رات یا جسے بوس وکن میں کیا تھا  
 کسی کے ہر کے گلے دل کو بار ہو رہا — بنے تو پھول بنے ورنہ خار ہو رہا  
 مثل ہے میرے کئی نعل کی یار و — نہیں ہے وصف بشر بقرار ہو رہا  
 اسی کے لہنے سے تیرا جہا نہیں لے شادان — ہوا ہے نام خدا نامادار ہو رہا  
 پہلے غم کے گلے سے جب میں مد شدا — نہ مجھ میں حال رہا اور نہ مجھ میں ہوش رہا  
 غم کے ساتھ جب طے کا بند ہا تھا سماں — تمام رات میں صدف سے نوش رہا  
 گلے وہ دن کہ وہ رہتا تھا صورت یہاں — ملا تھا رات کو شادان بہت خوش رہا  
 ہو رہی ہے کس طے کی کج مینے میں ہوم — دفتر زور سے چار کھی ہے پیسے میں ہوم  
 وصل کی شب عاشق و مشوق میں ہوم ہے — بزم میں ہوتی ہے جیسے شیخ پر داکین ہوم  
 نسیم مشوق کے آئین شادان شاد ہے — ہر طرف سے ہو رہی ہے یاد کے آنے میں ہوم  
 ملک نسیم سے یار ہو لو تم — فتنہ دل کی کاغذ کھو لو تم  
 آپ سے کیا عزت ہے ہکو — دل و دہ تھے ہیں اور جو لو تم  
 تم سے کہا ہے یارے شادان — غم نیکی کا کچھ تو ہو لو تم  
 ہر وقت اشارہ وہ کیا جان گلے مسم — منشا تھا کہ قربان ہو قربان گلے ہم  
 کرنا ہے ہیں پیار محبت کی نظر سے — چتون کو تری دیکھ کے پہچان گلے ہم  
 شادان وہ اسی بات پر کہ ہے ہمیں پیار — جو ہے کہا اس نے وہی مان گلے ہم  
 مثل گلے کھل کر یہ فتنہ دہنی خوب نہیں — بات کہ ہے ہی کہ کم سخی خوب نہیں  
 گلے بھر جائیے سبیل کی طے گلشن مین — تیرست چلو لیتے مین خوب نہیں  
 صل دو ہر سے بھرا خود ہے سراپا تیرا — خاص صل و عقیق مین خوب نہیں  
 پر شرف شاخ کو ہے سر کا چکانا اچھا — چھوڑ دے اپنے سے یہ ماو مین خوب نہیں  
 تیرا شادان ہے شادان یہ سنا ہے تو نے — آمل اب دل سے کہ یہ دل سخی خوب نہیں  
 کیا کہیے رات کیسی کٹی اس کے پیار مین — کس کس مرنے کے لطف تھے بوس وکن مین  
 دامن کھینچا اس کے گلے حسن بھر لے — ہم جو کجا پاتے تھے سو آیا بہار مین

دوسو طرح سے لیتے تھے بستر پہ کوئین  
 گزری تسمات ترے اظہار میں  
 آسودگی ہے اس کے زمانے میں ہر طرف  
 ٹہر رہے میرے شاہ کا براگ و باد میں  
 یارب ترے کرم کا کرے شکر کس طرح  
 تشدد کو کہیں پہلے سدا وصل پار میں  
 جو کے تہہ کو لگے ہم جو یارب کہتے ہیں  
 رقبہ دیکھ کے آنسو نہیں غار رکھتے ہیں  
 کب انکو چوچے ہیں غریب شہید و داؤد کو  
 بیب من بہت گنہگار کہتے ہیں  
 خیال اس بہت گنہگار میں تہا ہے  
 تمہارے ہی میں آئے سو شوق سے کہو  
 لعل میں اپنی سدا ہم بہا رکھتے ہیں  
 پڑھیں گے مطلع رنگین اک اور بھی تہا  
 کہ ایسی ہوتی کا ہم کب شمار کہتے ہیں  
 نہ پوچھو کس سے یہ ہم چاؤ دیا رکھتے ہیں  
 اگرچہ بیت و باقی ہزار کہتے ہیں  
 ہمارے چشم ترے حسن کی بہا سے لون  
 جو ایک لاکھ میں ہے اونٹن کہتے ہیں  
 نہیں ہے نام کس دے مجھے ہرگز  
 جو کچھ بھی لون تو یہ لازم ہے اچھا رنگ  
 مجھے ہے کام اسی سے کسی کو کب جان  
 طے جو ایک سے دوسرے ہزار سے لون  
 نہیں لڑی ہے مری آنکھ دوسرے کھیر  
 مزہ فقط سے کہ جس چشم پر غلام سے لون  
 شپ وصال میں سے کہ نہ لے شان  
 ایخ بادہ گرنگ گنہگار سے لون  
 ابھی ابھی برسا خوب باران  
 کہ تو جو دیر اسید واران  
 کرم ایسا کہ احوال ہسان پر  
 بر آتش جس سے تیرا باران  
 پس میں گل ہزاروں کھل چکے ہیں  
 ذرا کر یہ دیکھیں گنہگار  
 دی ہے شاہ و سندرہ نہیں  
 جو ہر ترے میان تاجداران  
 بدل کر تہا ہے جوش آنکھ و نہایت  
 دماغ بکے مانگو تم بھی یار میں  
 آٹھن پیر جاتے دل میں جو بیتان ہیں  
 بل بھیکر خوشی سے آپلکیں خستیان ہیں  
 مکھڑا تو تم کہاتے جرات ہر گھڑی ہو  
 لیکن حمار سی آنکھیں دیکھیں خستیان ہیں  
 پوچھنا نہ دے شوق آنکھ کی تہا وصال چکا  
 بولا وہ کہ کہ ہو اب زبردستیان ہیں  
 دل کے آئینے میں کیسا خوب رہی رہی ہے  
 بھول میں بھول کی بوجھ سے بھری رہی ہے

یا ہے وہیں گم کو خبر نہ کی نہیں  
 کہہ نکی کے کوئے تو رہے شادان  
 دل متا کی گز کوئے گریان بن جائے  
 گو نظر آس کی پٹے سور سیوان بن جائے  
 نام مشاق کے دفتر میں بکس گے اس کا  
 من کو تیرے سبھی رنگ پری کہتے ہیں  
 جس کے سننے سے مسرت ہو سخن بچوں کو  
 بگور دا بھی اگر دیکھے لونا دان بن جائے  
 بچے نا جس میں اتان تو حیران بن جائے  
 جبکہ ہندی سے دو رنگین کرے باغون کو  
 کون کہتا ہے کہ کافر کو نہیں ہے ایمان  
 بیت اہر کی جو قرین کہی ہے شادان  
 آنکھ سے پڑا نہ کہ پڑے لکھ رہے بھی تو ہے  
 بھول کر دیکھا ہے آنکھوں میں ہے تیری پیر  
 چکاس کو دیکھنا چاہیں تو دیکھیں کس طرح  
 کیون مخم ہم سے صفائی کے نہیں کرتے کام  
 ہے شتان شادان کہ ادھر آئیگا تو  
 آدہ چشم بانان خود ہے تو ہے  
 کیا اختیار اسکا کہتے ہیں جبکہ انسان  
 برے میں کہ وہ ہے لیکن عبادت رب  
 آپے صنم سے تاہر رنگ میں ہے شادان  
 یہ تم سے پوچھتے ہیں دلی جاہت ایسی ہوتی  
 کراستہ سنتے تھے اب دیکھتے میں تم جگہ کو

جس طرح سو سے کہہ سیر دھری دتھا ہے  
 ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے  
 مزہ چشہ تری سوزن داماں بن جائے  
 پارہ سنگ ابھی نعل بد نشان بن جائے  
 دل کسی کا جو فبا رو جانان بن جائے  
 دیکھتہ تری آئینہ حیران بن جائے  
 اک غزل اور بھی کہہ تجھ سے جوشادان بن جائے  
 ہر فرد زندہ بان ظفر دبستان بن جائے  
 صحبت نیک سے حیران بھی انسان بن جائے  
 پنجرہ دست و ہین پنجرہ رحبان بن جائے  
 یاد اسکی جو کہے گبر سلمان بن جائے  
 کیون نہ رہے شرتا مطلع دیوان بن جائے  
 تو نہ دیکھے ہم نہ دیکھیں طرف تری یہ بھی تو ہے  
 دیکھنا ہی کیوں او دھر دیکھنا نظر بھی تو ہے  
 دیکھتے دیکھتے نہ کوئی ہم کو ڈر رہے بھی تو ہے  
 بات کرنے میں تھکے اک ہنر بھی تو ہے  
 اس طرف آ جا کہ تیری رکھ رہے بھی تو ہے  
 نہ گس کی آنکھ کیا ہے مشہور ہے تو ہے  
 ناچار ہے تو ہے ہے مجبور ہے تو ہے  
 ظاہر جو ہے تو ہے ہے ستور ہے تو ہے  
 شادان جو ہے تو ہے ہے سرور ہے تو ہے  
 نہیں رکھتے ہوا الفت ہے الفت ایسی ہوتی  
 ہمدالے اسٹیل بان کراستہ ایسی ہوتی

یہ سارا فیض ہے شاو ملکہ رنگ مہتمم کا — جو تیرے ہاتھ سے شادمانِ صفت میں چلا  
 وہ مید نہیں ہے کہ نہ زلفِ آ — ہے میرا اسی روز کہ مشوق گھڑائے  
 کرنے کو نشانِ اُس کی خندان پہننے — گل باغ میں لے کر طینِ میم و زدنے  
 مشوق اگر کچھ لے عاشق ہے خدوش — عاشق نہیں جو یار کے ہاتھوں سے تڑکے  
 تماشہ جو منہ پاس تو کس لطف سے گزری — دل تڑپے ہے پھر کچھ کہ بار و چراغ  
 کُن مَن کے خبر یار کی ہو، ہون میں شادمان — پھولیں سننے کا نہیں وہ آواز  
 آتی ہیں کہنے میں ملاقات کی گری — خفا بریں جو تیرے دل و رات کی گری  
 گو ہو نہ جھڑی اور نہ باد و عکرمگ — آتی نہیں خوش موسمِ برسات کی گری  
 اک لمحہ میں نہ کہ جو خود شدید بنا — بھولے ہو کہ ان اس کے منایت کی گری  
 ہے بات میں گری تو ملاقات میں کیا ہو — کرتا ہے مجھے گرم تری بات کی گری  
 شادمان کو جو حکم ہے اسی ذات کا یار و — کیا چلیے پھر ہے جسے ذات کی گری  
 جب آئے گھٹا برس ہے افلاک سے پانی — ہر جہانے آتا ہے تر خاک سے پانی  
 پیوے ہوئے کو تو ہو نشہ و دہلا — پینے سے نشہ شکر ہے چپکے سے پانی  
 یہ راہ میں گرتی صحبت نہیں سستے — شبنم کی طرح شکر ہے پوشاک سے پانی  
 کہتا ہی نہیں راز کبھی دل کا وہ شادمان — یہ بات ہے شکر بہت ہے ہاتھ پان  
 سادوں کی جھڑی سب جو گھوم رہی ہے — بجلی بھی چمکتی ہے گھٹا جو مری ہے  
 برسات میں تہی ہے عجب باو باری — کہتا ہوں جو دست چھوٹے ٹوم رہی ہے  
 شیشیہ کو پری چھوڑ کے اب آئی ہے شادمان — ساغر کو مرے قریب ہے چھوڑم رہی ہے

اب یہ کو بار کیوں کھاتا

ساقی تیرا دیرت کر

کا کل تری دم بن گئی جو

ہاں میں ہمارے کھاتے

یہ وہ بھول ہے جس میں بوہتی کہ کی

مراد دل تھا اور آرزو تھی کسو کی

ہوا اب یقین بات تھی وہ ہماری      سنی ہوتے جو گھٹو تھی کسو کی نہ  
 خدا کے کرم سے ہوا اب میر      مئی بات ایسی کجھو تھی کسو کی  
 دی آنکھ میں اپنی تپتی بجی ہے      وہ نصیر جو رد و برد تھی کسو کی  
 یہ دیوانہ بن اک بہانہ تھا ملن      پھر اتنی مہین جستجو تھی کسو کی  
 جن میں کہیکو گل کا یہ دھنگ تھا آگے      نہ اسیں بوی تھی ایسی نہ رنگ تھا آگے  
 تھا سے جلنے سے گلشن میں یہ پڑا آئی      وگرنہ قافیہ غنچے کا تنگ تھا آگے  
 نکاوہ سے ہمیشہ خدا بھائے آ سے      وہ باد قار ہوا شوخ و شنگ تھا آگے  
 اب اس کے عشق میں کسو ہے نام و رنگ کہاں      کجھو خیال میں یاں نام و رنگ تھا آگے  
 عجب غنائی سے کہتے صاف دل تملن      ہوائے آئینہ دل پہ رنگ تھا آگے  
 تھا سے ہاتھ سے جہوقت آب ٹپکے ہے      غلط نہیں ہے کہ گلی سے گلاب ٹپکے ہے  
 نہوے کیونکہ پری سے سوا وہ مر نزار      کہ جس کے چہرے سے نور شہاب ٹپکے ہے  
 عجب بہار گلستان میں دیکھ جوتی ہے      کہ بہرہ زار میں جسم صحاب ٹپکے ہے  
 بجائے ٹھکرن یہ شادی جی ہلے تملن      ہمیشہ شادی میں اپنی شہاب ٹپکے ہو

# انتخابِ یوان شادان حصہ دوم

مثال ادا ہے سے اوروں رہو پیدا  
 زمین و آسمان سے دو غنی اک رہو پیدا  
 نظر سے نہ اسی کو اگرچہ دیر ہو  
 کھلے جب آنکھ دل کی تب جلد ہو پیدا  
 اسے شادان خدا کی بار سے غفلت چھوٹ جگ  
 جو چمکے تو بہ سے تب دیدہ ہو پیدا  
 بھرا گل سے بہن ہر طرف صحن میں دیکھ  
 حقیقت کھل گئی ہم رو، نیک امن دیکھ  
 ہو وہ حال آنکھوں کا چون بھی چمک جائے  
 چلتا تیرے بازو پہ زمین نے نورق دیکھا  
 سخن کی منزلت دو ہے نے ہے مرتبہ میں  
 مڑو جو کھٹکے شادان زمین نے نہ دیکھا  
 نواس کا تھک کی گل و گلزار میں چمکا  
 انسان کے خال نہ و زخا میں چمکا  
 حیران تھا کہ دل میرا کہاں جا کے چمکا  
 جلنو کی طرح یاری دستار میں چمکا  
 لے ہاتھ میں نقد دل و جان پہونچنے والا  
 یوسف کی طرح یار جو بازو میں چمکا  
 شادان ترا دلدار وہ آیت ہے مگر میں  
 اختر کی طرح ویکہ شب تار میں چمکا  
 بے گمان برسے اب ہو بیسے چھایا ہوا  
 بیجاں جاتا ہے کوئی شام کو آیا ہوا  
 چاہیے مشرق کو عاشق سے لٹا چھایا  
 پاس آئے جاتے کیوں شایا ہوا  
 جو کھلے صبح پیشینہ مٹا ہی نہیں  
 ہر کے رہتا ہے جو کچھ ہے اسکا غمنا ہوا  
 ہے مثل مشہور یک دیر و یکم گیر و اس  
 دربار پہچتا ہے کیوں تو زار گزرا ہوا  
 سابقہ شادان کو سے سازتے پریش کو  
 دُش بند کا جو ہے برسے آیا ہوا  
 مددگار اس نے ہلو آج اپنا یار مانا  
 مجھے کہا جو اس سے ہے خیر مانا  
 ساقی نہ پہنچے جہر احوالی بیگمان سے  
 سا غمنا لا اسکو جس نے غمنا مانا  
 ہم اعتبار اسکا اب کیا کریں بناؤ  
 اُس شخص نے تو ہلو ہے اعتبار مانا  
 نہیں اترتے آنکھوں سے جو غمنا چڑھا  
 عجیب زگر شہلا پر رنگ یار چڑھا  
 تلاش کرتے تھے ہر روز میں کی حراں  
 خدا کے فضل سے اب باتو وہ ناکہ چڑھا  
 پنچو عشق کی حالت کج تو عاشق سے  
 کہ کس کے واسطے کو کھلے پہ پیر چڑھا  
 تجھے جو دیکھا ہے شادان سرور میں ہے  
 ہماری آنکھوں میں ہے نہ بیچار چڑھا

یار اپنا بہار میں آیا

مے پلانے خار میں آیا

شل پروانہ عاشق شیدا

میری نظروں سے نوب باہر ہے جون نظر

گل سے لٹا کر گئے کچھ سے ہی کھلا جگہ

کوئی نشہ ہو دور و زہ اس کا رہتا چھو

نڈا اس پہ ہے ہمارا جس پر دل ہے پتلا

میں وہ مزاجی ہے کب شادان کوئی بتلا دے

میں وہ مزاجی ہے کب شادان کوئی بتلا دے

اس کا ترچھا دیکھنا غالی نہیں انداز سے

اپنے ترک شعلہ رو کو دیکھ شادان نکلا

پنی بادہ دواب شوق سے مستانہ رہا کر

شوق سے جو لہجائے دل عاشقی بیتاب

منا تو وہی بات کہ جو کام کی ہو سے

سر شاو حسن یار کو پس انداز کیا ضرور

اپنے جمال کا ہے وہ منتوں آپ ہی

نتے میں ہم کہ دشت میں ہمنوں نے گھر کیا

شادان کہاں اور کوئی کس طرح سے

بہار ایسی کبھی چھائی نہیں دیکھی گلستانہ

گل بخار تو ہے اور اُسے ہے خات سے نیت

لب رنگین کے کٹے چھوڑ گل کی حقیقت کیا

دور سے بھی شکر اس کا لکھ نہیں سکتا

کس نے تجھ کہا تھا کہ ہر طور پر ہر س

موسم میں جب برسا ہے ہوتی ہے تب بہار

سیر کو بزم یار میں آیا

دیکھتی رہتی ہے جنگو ہے یہی کار نظر

کب نزاکت تیری ہوتی ہے سر ادا نظر

کام کیا نشے سے بگڑ میں ہوں مرثا نظر

ہے نظریں ملا دن وہ ناز بہر نظر

کیون نظر سے چھپ گیا اپنا غریب نظر

بیگان جلتی میں یوں جیسے کسی میکش کی تر

دیکھتے تو دلیس جا لگتے ہیں اس ہوش کی تر

یوں ہستے ہیں تیرے ہاتھوں سے ہوا شکر

یاد اس کی میں ہر چیز سے بیگانہ رہا کر

ایسی ہی پر مزا دلا دیا وہ رہا کر

شادان نہ بگڑا اس افسانہ رہا کر

میکش جو ہو سے عشق کا میخانہ کیا ضرور

جو شمع خود جلے اُسے پروانہ کیا ضرور

دلہنہ جو کہ ہو اُسے کا شانہ کیا ضرور

رہتا ہے اس کی یاد میں افسانہ کیا ضرور

گمان تہلے جنت کا زمین کوئے جانان بہر

نہ کیوں گل کا گریبان پاک ہو تیرے گریبان پر

کہ ہے دل بہشتان بھی شادان اُس مل خندان پر

نگاہ و لطف جو اُس پار کی ہے حال شادان پر

لے ابرا آدھر کسی خمور پر ہر س

سر میں کیا برستا ہے دستور پر ہر س



ساتھ ترابے رحمت باری جان کو  
 شادان یہ ابر فیض سے کتنا ہے بار  
 شیریں کی طبع آئی جو بیداد کی طرف  
 تھکائی نہ دل سے ہٹا محلو ایک دم  
 جو حکم ہو کردن میں سر اٹھو گنگ قبول  
 شادان تجھے جو کہتے ہیں یہ بات گوش کر  
 اس سے اسے باد صبا کیو سلام عاشق  
 حشر گل جسکی لطافت کو نہ پہنچے ہرگز  
 نہیں پروانے سے زہار غم کو نسبت  
 فخر اس بات کا کیا چاہے سب میں شادان  
 ہو جہاں روشن اگر وہ ہے نقاب آنے نکل  
 جوش شادی ہے سکند جہان کے گھر کیا بے  
 آؤ گئی ہے بند جبکہ بحر میں شادان میری  
 جن صبح ہو دیا میں میں یوں تجھے قرین  
 میں دیکھنے میں دور نہیں دور پر اس سے  
 باقی نہ رہا حرف دہنی پیش رخ یار  
 جو نہ تو چہتا ہے عجب ابر کے اند  
 شادان میں اچھی دھڑ سے مثل گل خندان  
 سکند ساند دیکھا ہم نے سقا  
 نکلتا ہے برا سے سیر جہم  
 خدا کا نور ہے چہرے پر اس کے  
 خدا کے آسے سر سبز دالم  
 کرے اس کے عالم ہر سے

ہے یہ دعا ہماری کہ جمود پر برس  
 نزدیک پر برس تو کبھی وہ پر برس  
 ہر عشق تہا نہ کوئی بھی فریاد کی طرف  
 مال ہے دل چرا جو نری یاد کی طرف  
 رہتا ہے میرا دیوان تو ارشاد کی طرف  
 تو دل سے اعتقاد کہ آئناں طرف  
 طبل دے دیکے بیان کچھو چام عاشق  
 اس کی خوشبو سے مسرت شام عاشق  
 جوڑ دے عشق کو اسے یار بنام عاشق  
 چم دابر دے اگر لے وہ سلام عاشق  
 ابر کے پر دے ہے جیسے آئناں آنے نکل  
 زہر و لیکر جہنم سے چٹا رہا اب اسے نکل  
 کیا زہر ہو وہ ادھر جہنم خد اب اسے نکل  
 پھر جہنم میں رہیں وہ جہاں تجھے نہیں ہم  
 آج پوچھتے ہیں تو جہاں وہ ہے وہیں ہم  
 آئیے کوہ بکا تو نظر آے ہیں ہم  
 بے پردہ تجھے دیکھتے ہیں پردہ نشین ہم  
 جس رند سے دیکھا ہے تجھے وہ میں ہم  
 جہاں کو کر کہ ہے جسے نشان  
 بھرا ہوتا ہے شکر سے بیان  
 جمل ہو دے نہ کیوں مرد و خان  
 پر نگ گل ہمیشہ ہو وہ خدان  
 شادان ہے جہاں میں جہاں شادان

سوا تیرے نہیں کچھ جانتا ہوں

ہزاروں رنگ سے جلوہ گری ہے

میری ہے مشغلہ ان روزِ غلّ فغان

بکھنے ہوا آئنا ہے شو کیوں کہہ پانی میں

قیامت کا عالم اس گھڑی دیا میں پیدا ہو

چہا فغان یار نے ہا نہ عاجز حاصل پر تہمتے کو

شہاد روزیہ آنکھیں لگی ہیں میں میں

کچھ بہا ہے گل۔ کچھ کچھ ہے لالے کی

کوئی نہ بدلتا ہے میرا شادان مگر ہے آواز

سلطان کے گھر میں اب بندھلا جو لو

ہر ایک کے ہے مسکرا کر جی میں

جب ہوسے ہڑی تو خوب سخن گاکر

دیتی ہے دعا تمام خلقت تم کو

شادی رہنت گھر میں تہا سے اندیش

نام کا تیرے سبق درد زبان ہے بیکو

دیہٹے میں ذکر اتنی کہ میں ہوں بیکو

یوں دل دجان سے کہتا ہے سوشہ شادان

سہ دکن کو مبارک یزاد سال گرہ

اگرچہ درد بہت لگدے بادشاہوں کے

نثار ہو گئے اختر خلک کے سب اسوقت

خدا کے فضل سے شادان کی مانند ہے یہی

مجب اک حور اپنے بر میں آئی

کما زندوں نے جان آئی پر نہیں

تجی کو جان میں ہی جانتا ہوں

تجے سے عشوہ گریں جانتا ہوں

جنون میں خاک صحر اچھا تھا ہوں

تراتی ہیں یہ سو میں دیکھ عکس پانی میں

کچھ کھڑا جو دیکھے جبک کے وہ دلدار پانی میں

نہ آتا ہے جو ہر طرف گلزار پانی میں

ہیں کہیں یہ وہ بچا ہے آنکھوں میں ہیں

ہزار رنگ نئے دیکھ ہر برس میں ہیں

جہان میں جتنے ہیں جو تیرے ہوں میں ہیں

موسم آیا ہے سب بندھلا جو لو

سب بیٹھ کے باادب بندھلا جو لو

بل بن باطرب بندھلا جو لو

ہر شب کو بغض رب بندھلا جو لو

شادان ہو تم اس سبب بندھلا جو لو

ہو گی میری نجات اس سے عیان ہو گی

بن ترے چیں مری جان کہن ہے مجھ کو

ترا لٹنا ہی صنم راحت جان ہے مجھ کو

خوشی سے آئی رہے بار بار سال گرہ

نہ دیکھی ایسی کوئی باوقار سال گرہ

ہزار رنگ سے دے ہے بہار ہمارا گرہ

رہے ہزار برس برقرار سال گرہ

سرت آج میرے گھر میں آئی

صراحی سے جو سے ساغر میں آئی

جنگ بزرگ هندوستان

حقیقت کی تری نظروں آ کی

[illegible]

بزرگواران

[illegible]

اس طرح جو دکشا ہے وہاں

ۛے گلشنِ سحر، لکے ع

ہم عاشق کو بیان اپنی صحبت سے

مجلس طاعت و توبه

کتابوں کو تو کھانی پنی ہی ہم کہہ

رہنے میں تو میری حالت خراب تھی۔

زمرہ ہی دیکھئے

شکل سے منظر کا شکل پر نظر کرنا

شہزادان کو ہوتی خاص کس صفہ

خود ہونے میں ایسے لب و قہر

نہایت دلکش و دلجو شام دیکھ کر

وہ بھی کہتا ہے کہ وہی ہے اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

یہیں دیکھو تو دغا دہا کو

بیچ کر ملک کے سزاوار



یہ ہے

ان جو ہم سے پرہیز

کمان تھی اور وہ دم میں کمان گل نائی	مثالی برتن پلک مارنے میں کوئی نہ تھی
جو بات دلیں تھی وہ درمیان گل آئی	چہا نہ مار محبت کا ہوے گل کی طرح
سنا جو نام ترا شادمان گل آئی	بڑا پردے سے وہ حور نادائے شادمان
نام خدا دل سے لیا چاہئے	شکر خدا دل سے کیا چاہئے
ہو جو ترے پاس دیا چاہئے	کرد تان تو براہ خدا
سوزنِ رخسار سے سیا چاہئے	چاک پڑے داسی دل میں اگر
کس کو اندھیرے میں دیا چاہئے	نام کا ترے ہی آجلا ہے بس
تمام شد	

# غزل گلزار

از رفیق مسدوقی جو خوری شاکر حیدر آبادی

تین جلوسے آگے کی سڑک میں لاٹھیاں لگا کر  
کسی کی خوب گواہی پر رحمت برستی اور  
ہے لاؤس نظر تلخ لعل پامال پیکر بھی  
بچشم نوری کج حاس ملامت کے سناظر کو  
گزر گا جو حسن و جمال پر محفل گلابان ہے  
کچھ دیکھا جو انداز بھی آنکھ والوں سے  
سوا جس کا انداز اس میں کدو لولہ میں  
خانک جس کا خاک کیلئے گزرا جنت میں  
یہ وہ گزرا فیض آنا ہے بے دیکھنے والو  
شجر کا جھونکا شاد خون کا ہن چوں گلشن  
زبان حال سے کہتے ہیں چٹھے اس گلستا کے  
وہ نقش ہے وہ جلو ہے وہ روشی ہو وہ عالم  
یہاں کی خاک کے کانوں میں یہ آواز آتی ہے  
خطبان گلستا کے سارے ہیں کہ شاخیں ہیں  
مخلیق ایسی نفاست میں عیاں کر

نظر آتی ہیں کہ پہلے کے آثار سدا تک  
کڑی رہی پر صفا ہو کر خوشی غافل  
نایاب ہو ورس گن کا پہلہ شکار تک  
کہہ شاہان مغرب کی عظمت سکھار تک  
لمحے کہتے ہیں ملک ہند کا دارالقرار تک  
سیان مدبول ہے کوئی دوس لہریاں تک  
نکال آئی نہ بانگ دہر میں ایسی سارا تک  
نظر آتے ہیں دیواروں پر وہ نقش نگار تک  
بار قدس ہے مکی فضا سے بسکناں تک  
نظر کے سلسلے لگا ہے تصویر بار تک  
کہ جوین بھی کہتی ہیں سیر ہو نکھار تک  
کہ ہوتی ہے بہار غدا اگر کشمیر تک  
کہ سوتا ہے مسے خوش میں کوئی نگار تک  
پڑھی جاتی ہے جن پر جوباک نگار تک  
کہ لے لے رہی ہے صفت جو رنگارنگ

## غزل حضرت باوی چھلی سہری

فردین گلستان بھی صحرانظر آتا ہے  
پانی کا وہ یک قطرہ آئینہ ہے کہتے تھے  
میں اور تیری آنکھوں میں میراں کوہ کیوں  
تصویر محبت چلنا آئینہ فطرت ہوں  
جو نقش ہا ہا کی بننا ہے زلف میں

جو چولہ ہے وہ جھوکا ناظر آتا ہے  
فیضان محبت سے دیا نظر آتا ہے  
جھکو تو کجا سین بھی دھوکا نظر آتا ہے  
ہر سو مجھے اپنا ہی جلو نظر آتا ہے  
میر ہی افسردہ کا لہجہ نظر آتا ہے

جلد رسالہ اربعہ معنی اہل سنت و جماعت کے مکمل مجموعہ

جلد رسالہ اردو سے معنی بہت شے دیکھیں اور کمال و مجاہد

دیوان غالب سے شہسوار حسن مہمانی سے مقدمہ مفید حالات غالب تنقید کا نام غالب عمر

کلیات حسرت جہانی یعنی مجموعہ دوا دین حسرت از حصہ اہل تاحصہ ہم مدہ ضمیمہ قبل ہے۔

از خواب کیاست سردی بیدارم و ترجمه‌ی نیری از باسی چو با ناپ قابل دید

احباب بن ارسرشت کمانی پیاده بلد وین

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحبِ دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حبِ معصیلِ نل

انتخاب کن جلد اول (سلسلہ شواہق) یعنی انتخاب ردوین بقائدین نظام پیدائش بان۔ ماہر

امیر اسیر۔ بیتاب۔ عشرت طالب۔ معروف و شاہ نصیر۔

الحجاب بن جلد دوم مسئلہ دویں ہویوان دویں۔ جلد دوا دین دویں۔ رسا۔ جریعت ۱۰

[illegible]

تقریباً ۱۰۰ سال قبل از میلاد مسیح در ایران و هند و چین و یونان و روم و مصر و افریقا و آسیا و اروپا و آمریکا و آسترالیا و نیوزیلند و جزایر مختلف دیگر

رقت - رضوی - نعت - حضرت - علی - رضی - اللہ - عنہ - و خشت - قیمت - از

انتخاب سخن جلد ششم (سلسلہ مصحفی) دیوان مصحفی - مسرور و منتظر قیمت ۱۳

انتخاب سخن چلبد، (مسئله آتش)، دیوان آتش - صبا - حنا - ماه قمر و قمر و قیمت ۱۲

تخاب کن جلد ہشتم (مسلا آئیر و آئیر) دیوان آئیر۔ آئیر و جیل نمیت

کتاب من جلد ہفتم (مسلسلہ نوح) دیوان نوح - برقی - جلال - دانشجویت - ۱۲

احباب بن علیہ وسلم دلسرہ غالب مجروح رسالت عالی زری معلوم مدنی امین

دربارهٔ شاد و خاتمه

یونان کی تاریخ و تمدن کے مطالعہ کے لیے

دیوان سودا و پیردو  
دیوان باغس برایین

۱۲  
۱۳

رساله ای من سخن از حضرت موبانی قیمت ۶ ر

مزار شریف کی محنت و محنت کی قیمت ہر سال کا محنت ہر سال کا باب بنی قیمت مسلسل شریف

ملنے کا پتہ: حسرت موہانی دفتر رسالہ اردو بی محلی کانپور

